THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Thursday the June 20, 2024
(339th Session)
Volume V, No. 07
(Nos. 01-10)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad

Volume V — SP.V (07)/2024
No.07 — 15

Contents

1. Recitation from the Holy Quran 1
2. Leave of Absence 2
3. FATEHA 2
4. Further discussion on the Finance Bill, 2024-25 3
   - Senator Syed Ali Zafar 3
   - Mr. Ali Pervaiz Malik, Minister of State for Finance 13
   - Senator Kamran Murtaza 14
   - Senator Qurat-ul-Ain Marri 21
   - Senator Hidayatullah Khan 25
   - Senator M. Fesal Vawda 30
   - Point of clarification raised by Senator Mohsin Aziz 33
   - Senator Manzoor Ahmed 36
   - Senator Poonjo 41
   - Senator Mohammad Humayun Mohmand 46
   - Senator Bilal Ahmed Khan 50

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday, the June 20, 2024

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at four minutes past five in the evening with Mr. Deputy Chairman (Syedaal Khan) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

الٓرٰ ۫ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿١﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ
﴿٢﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖۗ وَاِنْ كُنْتَ
مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿٣﴾ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا
وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴿٤﴾ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ
فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٥﴾

ترجمہ: الر، یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔ بے شک ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اتارا تاکہ آپ سمجھو۔ ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اگرچہ بے شک اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی۔ یاد کرو جب یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا اے میرے والد! میں نے گیارہ تارے اور سورج اور چاند دیکھے اور انہیں اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا۔ کہا اے میرے بچے! اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا کہ وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے۔ بے شک شیطان آدمی کا کُھلا دشمن ہے۔

(سورۃ الیوسف: آیات نمبر ا تا ۵)

Leave of Absence

جناب ڈپٹی چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پہلے یہ چھٹی کی درخواستیں نمٹاتے ہیں۔ سینیٹر راحت جمالی صاحبہ نے بعض نجی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 20 تا 25 جون کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر میر دوستین خان ڈومکی صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 14 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر انوشہ رحمان احمد خان صاحبہ بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 7 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکی تھیں۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر جان محمد صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 10 اور 11 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر بشریٰ انجم بٹ صاحبہ نے بعض نجی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 20 جون تا اختتام حالیہ اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

FATEHA

جناب ڈپٹی چیئرمین: ہمارے معزز رکن ارباب عمر فاروق کاسی صاحب کے والد محترم جناب عبدالظاہر کاسی صاحب رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ ان کے ایصال ثواب کے لیے میں ایوان سے درخواست کرتا ہوں کہ دعا کی جائے۔

(اس موقع پر ایوان میں فاتحہ خوانی کروائی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: وزارت خزانہ نے بجٹ کے حوالے سے کچھ مزید دستاویزات بھیجی ہیں جو ممبران کے سامنے رکھوائی جارہی ہیں، شکریہ۔ اب Business شروع کرتے ہیں۔ ہمارے معزز رکن اور پاکستان تحریک انصاف کے پارلیمانی لیڈر سینیٹر سید علی ظفر صاحب۔

Further discussion on the Finance Bill, 2024-25

Senator Syed Ali Zafar

سینیٹر سید علی ظفر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آج بجٹ پر کچھ گفتگو کرنا چاہ رہا تھا لیکن میں دوسری طرف دیکھ رہا ہوں اس وقت ایوان میں حکومت کی طرف سے نہ کوئی وزیر موجود ہے اور نہ کوئی relevant لوگ ہیں۔ میں آپ سے اور اس ایوان سے تو ضرور گفتگو کرلوں گا لیکن یہ بات درست نہیں، اس پر ان کو notice دیا جائے اور ان کو immediately کال کی جائے۔ Finance Minister صاحب کو آج پیش ہونا چاہیے تھا، ان کے بغیر میں جو points raise کرنا چاہ رہا ہوں، اس کا جواب کون دے گا اور ان points کو کون note کرے گا؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں Secretariat کو ہدایت کرتا ہوں کہ آپ Minister Finance صاحب کے آفس میں رابطہ کریں اور ان کو ایوان میں بلوایا جائے۔

سینیٹر سید علی ظفر: جناب چیئرمین! مجھے پچھلے دنوں میں بجٹ کو دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ میں جو ایک sentence کہنا چاہتا ہوں، میرے خیال سے اس پر consensus ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ بجٹ عوام دشمن بجٹ ہے۔ اس میں سوائے taxes لگانے کے اور فی الحال جو tax دینے والے لوگ ہیں ان کی کمر توڑنے کے سوا کوئی بھی چیز نظر نہیں آتی۔ جس میں آپ کو امید کی کوئی کرن دکھائی دے۔

جناب چیئرمین! یہ سب کو پتا ہے اور میری دوسری طرف سینیٹر صاحبان treasury benches پر جو بیٹھے ہوئے ہیں، ان کو بھی پتا ہے کہ یہ جو حکومت ہے اس وقت عوام کی نمائندگی نہیں کررہی۔ جو الیکشن ہیں اس کے بارے میں لوگوں کا mandate بڑا clear اور واضح ہے کہ انہوں نے ووٹ PTI کو دیا لیکن بہرحال حکومت PML(N) نے بنالی۔ اب میں ان کو ایک اور چیز سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ تاریخ کیا کہتی ہے کہ جب کوئی غیر نمائندہ حکومت taxes لگائے تو اس کا اثر کیا ہوتا ہے اور اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے؟ تاریخ میں تین

بڑے انقلاب آئے۔ ایک انقلاب جہاں پر برطانیہ کی بادشاہت چلی گئی۔ برطانیہ کی بادشاہ نے taxes لگائے تو وہاں کے عوام اٹھے، انہوں نے پارلیمنٹ بنالی اور کہا کہ ہم بادشاہت کو نہیں مانتے، وہ ایک tax لگانے کی وجہ سے ہوا۔ American revolution, چائے پر tax لگایا گیا تو انہوں نے کہا کہ نمائندہ حکومت نے tax نہیں لگایا، ہم نہیں مانتے انقلاب آگیا اور American independence ہو گئی۔ آپ نے French revolution کا سنا ہوگا وہاں پر بھی بادشاہت تھی وہ representative نہیں تھے تو وہاں پر بھی ایک نعرہ لگا کہ no representation, no taxes اور اس basis پر وہاں پر بھی انقلاب آگیا۔ یہ جو کمر توڑ taxation والا بجٹ ہے ، میں warning دینا چاہتا ہوں کہ اگر یہ سارے taxes منظور ہوگئے تو بہت جلد اس ملک میں انقلاب آجائے گا، یہ میری ایک preliminary warning ہے۔

جناب چیئرمین! Finance Minister صاحب نہیں بیٹھے لیکن میں on the record بات کرنا چاہوں گا، میں ان کو جانتا ہوں وہ بڑے اچھے اور well-meaning banker ہیں اور مجھے یقین ہے ان کا ارادہ بجٹ کو پاس کرنے میں بڑا نیک ہوگا لیکن taxation کے بارے میں ان کی جو knowledge ہے یا علم ہے وہ کافی کم ہے، اس کے علاوہ ان کا یہ پہلا experience ہے، آج تک وہ حکومت میں نہیں رہے وہ Habib Bank کے President تھے اور وہ وہاں سے Finance Minister بن گئے۔ مجھے یہ لگتا ہے جو FBR کے لوگ ہیں اور ان کے ساتھ جو باقی سیاستدان ہیں جو کسی اور agenda پر کام کر رہے ہیں، انہوں نے Finance Minister صاحب کو short circuit کر دیا ہے۔ ان کو سمجھ ہی نہیں آئی کہ میں جو چاہتا ہوں یا بجٹ میں میں جو کرنا چاہتا ہوں، actually budget اس کو reflect نہیں کر رہا، بجٹ ان کی امیدوں کی یا نیت کی عکاسی نہیں کر رہا۔ جناب، Finance Minister صاحب نے اپنی speech میں کہا کہ میں نے مرض کی شناخت کر لی ہے اور پھر انہوں نے کہا کہ مرض کیا ہے؟ ان کے الفاظ ہیں کہ مرض ضرورت سے زیادہ حکومت کی مداخلت ہے۔ Economy میں حکومت کی جو زیادہ مداخلت ہے، اس کو انہوں نے اپنی opening میں ایک مرض کے طور پر identify کیا اور بجٹ کی opening بھی یہی کہتی ہے۔ ان کے بقول اس بیماری کے symptoms یہ ہیں کہ جو ہماری growth ہے، جو معاشی ترقی ہے، وہ بہت آہستہ ہے اور اس کی رفتار سست ہے۔

انہوں نے کہا کہ اس کا حل کیا ہے۔ پھر انہوں نے اس کا حل بھی دیا کہ market driven economy ہونی چاہیے۔ یعنی حکومت کی مداخلت market میں نہ ہو اور خود ہی market فیصلہ کرے کہ اس میں کیا ہونا چاہیے۔ اس کے ساتھ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مداخلت پر مبنی معیشت نہیں ہونی چاہیے، یعنی انہوں نے بار بار insist کیا کہ حکومت اپنے expenditures کم کرے، economy کو ٹھیک رکھے اور میں یہی بجٹ present کر رہا ہوں۔ یہ ان کا موقف تھا۔

جناب چیئرمین ! اب میں نے اس بجٹ کو دیکھا کہ جس میں انہوں نے کہا کہ یہ میرا objective ہے اور یہ میرا aim ہے۔ میں نے تین دن لگائے اور پورا بجٹ دیکھا لیکن مجھے اس بجٹ میں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی کہ جو ان کے aim یا objective کی عکاسی کر رہی ہو۔ میں اس بجٹ میں ڈھونڈتا رہا کہ کہیں کوئی ایسی تجویز ہو کہ حکومت کی مداخلت economy میں اور market میں کس طرح کم ہو گی، جو ان کا کہنا تھا۔ مجھے یہ چیز نظر نہیں آئی۔

دوسرا انہوں نے کہا کہ حکومت کے اخراجات کم ہونے چاہییں ۔ میں نے پورا بجٹ دیکھا، اس بجٹ میں کوئی ایسی تجویز نہیں تھی کہ حکومت کے اخراجات کس طرح کم ہوں گے۔ جناب چیئرمین، انہوں نے یہ کہا تھا کہ معاشی ترقی کے لیے تیز رفتاری ہونی چاہیے۔ مجھے کوئی تجویز نظر نہیں آئی کہ کس طرح آپ کی economic growth زیادہ ہو سکتی ہے۔ تو یہ بجٹ ان کے وہ aims and intentions جو انہوں نے ظاہر کیے تھے، اس کو reflect نہیں کرتا۔ یہ میرا دوسرا point ہے۔

جناب چیئرمین ! اب اگر یہ ساری چیزیں اس بجٹ میں نہیں ہیں تو پھر اس بجٹ میں کیا چیز نظر آتی ہے؟ جس طرح میں نے کہا کہ اس بجٹ میں صرف نئے direct and indirect taxes لگانے کی تجاویز دی گئی ہیں۔ لگتا یہ ہے کہ اگر یہ بجٹ واقعی اسی طرح پاس ہو جاتا ہے تو ہماری تاریخ میں taxations کے جتنے بھی records ہیں، وہ اس بجٹ میں ختم ہو جائیں گے اور ٹوٹ جائیں گے۔ اتنی taxation آج تک کسی بھی حکومت نے نہیں کی جتنی اس بجٹ میں taxation کی جا رہی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جو بجٹ بنانے والے ہیں، وہ

شاید IMF کا زیادہ خیال رکھ رہے ہیں اور اس بجٹ سے عام عوام پر کیا سختی آئے گی، اس کی انہیں کوئی فکر نہیں ہے۔

کچھ figures کی بات کرتے ہیں۔ حکومت دعویٰ کرتی ہے کہ ہمیں نئے taxes سے 3.8 trillion روپے کی آمدنی کرنی ہے۔ صرف taxes سے 3.8 trillion روپے کی آمدنی کرنی ہے! یہ direct taxes ہیں۔ یہ 3.8 trillion روپے کا جو target ہے، سب سے پہلے تو یہ بالکل unrealistic target ہے۔ آج تک taxation کے ذریعے ایسا پیسا اکٹھا نہیں ہوا لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ حکومت نے taxation کے ذریعے جو 3.8 trillion روپے اکٹھے کرنے ہیں، وہ کن سے کرنا ہے۔ جناب، یہ دو classes ہیں جن سے یہ tax اکٹھا کرنا ہے۔ ایک salaried class ہے اور دوسرا pension لینے والے، ان سے یہ 3.8 trillion روپے اکٹھا کرنا ہے اور اس کے ساتھ جو real estate market جو پہلے ہی نیچے گئی ہوئی ہے، اس سے یہ اکٹھا کیا جائے گا۔

تو میں یہ کہتا ہوں کہ یہ بالکل ایسا ہے کہ you are squeezing and killing the golden goose. جو already tax دے رہے ہیں اور tax میں already جن کی آمدنی کم ہے اور وہ taxes دے رہے ہیں، انہی پر مزید taxation کر کے ان کو مارنے والی بات ہے۔ کل اس کی وجہ سے انقلاب آئے گا کیونکہ لوگ taxes نہیں دے سکیں گے اور پھر 3.8 trillion روپے کے taxes تو کیا، کوئی بھی tax اکٹھا نہیں ہوگا۔ جناب، یہ ایک بہت serious قسم کا معاملہ ہے۔ اس پر غور کرنا چاہیے بھلے IMF اس پر جو مرضی کہتا رہے۔ اب 3.8 trillion روپے اکٹھا کرنا، جو کہ ایک record level ہے جب کہ ملک recession میں ہے، اس کی کوئی sense نہیں بنتی، اس کی logic نہیں بنتی اور اس کی منطق نہیں بنتی۔

Federal spending وہ ہوتی ہے جو حکومت نے خرچا کرنا ہوتا ہے۔ جو Finance Minister صاحب نے بات کی تھی اور کہا تھا کہ ہم اخراجات کم کریں گے لیکن میں نے جب check کیا تو federal spending 1700 billion rupees تھی اور وہ اتنی ہی spending ہے جو پہلے تھی۔ اس میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ اس میں ہوا کیا ہے کہ 1400 billion rupees اس میں سے PSDP کا fund رکھا گیا ہے۔ جناب،

یہ budget deficit ہے۔ یہ unacceptable نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ کا accept
8500 billion rupees ہے۔ اگر 8500 billion روپے آپ کا deficit ہو اور
آپ 1700 billion روپے expenditure کریں اور اس میں سے کہیں کہ 1400
billion میں PSDP پر خرچ کروں گا تو یہ figures ہی match نہیں کرتے۔

اب جب میں یہ figures دیکھتا ہوں اور اس طرح کی taxation دیکھتا ہوں تو مجھے لگتا ہے جو بجٹ بنانے والے ہیں ان کو یہ پتا اور اندازہ ہی نہیں ہے کہ middle class لوگ کس طرح رہتے ہیں اور کس طرح رہ رہے ہیں۔ وہ صرف figures کی بات کرتے ہیں اور اس کا لوگوں پر جو reality check ہوگا، اس کا شاید ان کو علم نہیں ہے۔

جناب، 8500 billion روپے کا deficit یعنی کہ یہ 8500 billion روپے کا خرچہ زیادہ ہے اور آمدنی کم ہے۔ اب یہ 8500 billion روپے آئیں گے کہاں سے؟ میں نے بجٹ میں تلاش کیا کہ بجٹ میں کہاں لکھا ہے کہ 8500 billion روپے جو آنے ہیں، وہ کہاں سے آئیں گے۔ تو مجھے بجٹ میں ایسا کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ پھر میں نے کچھ study کی اور مجھے پتا چلا کہ اس کے تین routes ہوتے ہیں۔ جب اس طرح کا بڑا deficit ہو تو آپ تین راستوں سے یہ پیسا کماتے ہیں یا حکومت کی آمدنی لاتے ہیں۔ ایک ہے local بنکوں سے قرضہ لینا۔ دوسرا ہے foreign donors سے قرضہ لینا اور تیسرا ہے کہ اسٹیٹ بنک مزید پیسے print کرلے۔

جب آپ local banks سے قرضہ لیں گے تو وہ خوشی سے دیں گے کیونکہ حکومت ایک بہت secure borrower ہے، لیکن پھر بنکوں کے پاس private investor کے لیے پیسا نہیں بچے گا۔ جب اس کے لیے پیسا نہیں بچے گا تو آپ کی growth نہیں ہوگی۔

دوسرا جب آپ foreign lender سے پیسا لیتے ہیں تو آپ اس پیسے کو استعمال کر کے industry لگاتے ہیں جس سے economy grow کرتی ہے اور پھر آپ وہ پیسا آمدنی سے اور مزید taxation سے واپس کرتے ہیں۔ لیکن اگر آپ private lending

بند کر دیں گے، growth نہیں کریں گے تو پھر آپ قرضے پر قرضہ لیں گے اور آپ باہر کا قرضہ بھی واپس نہیں کر سکیں گے۔ یہ ہے وہ vicious cycle جو کہ اس بجٹ میں نظر آ رہی ہے۔

تیسری option کیا ہے کہ State Bank of Pakistan پیسے print کرے۔ جناب چیئرمین، اب آپ کو بھی پتا ہے اور میرا خیال ہے کہ کوئی بھی economist اگر یہاں بیٹھا ہے تو اس کو پتا ہو گا کہ جب آپ مزید پیسے print کریں گے تو اس کا اثر یہ ہو گا کہ inflation بڑھے گی۔ جب inflation بڑھے گی تو جو ہماری جیبوں میں actual پیسا پڑا ہوا ہے وہ کم ہو گا۔

تو ایک طرف آپ growth بھی کم کر رہے ہیں، آپ پیسا زیادہ لے رہے ہیں اور پھر آپ کی پیسا واپس کرنے کی capacity بھی نہیں ہو گی، inflation آپ زیادہ کریں گے۔ This is a recipe for disaster. اس بجٹ کو میں کہتا ہوں کہ this is a recipe for disaster.

جناب، میں نے دیکھا کہ اس بجٹ میں tax revenue چالیس فیصد بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس میں projected ہے کہ ہم چالیس فیصد tax revenue کو بڑھائیں گے۔ سب سے پہلے تو میں نے آپ کو کہا کہ یہ unrealistic ہے۔ آپ پاکستان کی تاریخ دیکھ لیں کہ آج تک 23 یا 24 فیصد سے زیادہ tax revenue نہیں بڑھ سکا۔ چالیس فیصد کا ایک دم jump شاید theory میں تو ہو سکتا ہے لیکن یہ بجٹ کوئی practical بات نہیں کر رہا جب یہ projection کرتے ہیں۔

نمبر دو یہ کہ اتنی زیادہ taxation جو کہ چالیس فیصد ہے، اگر آپ چالیس فیصد taxation بڑھائیں گے تو جناب پھر کیا ہو گا۔ Your economic growth will finish. اور پھر اس economic growth کے بغیر آپ کا پھر وہی vicious cycle شروع ہو جائے گا۔ جناب، پھر practically یہ ہو گا کہ لوگوں کی جو اصل آمدنی ہے وہ کم ہو جائے گی۔ یہ تو میں direct taxation کی بات کر رہا تھا۔

بجٹ میں ایک اور چیز camouflage کی گئی ہے۔ جناب، یہ کہا گیا ہے کہ ہم manufacturer پر Withholding Tax لگائیں گے اور ہم اس کے ساتھ

ساتھ Sales Tax بہت سارے items پر لگائیں گے۔ ہم consumer کو بچا رہے ہیں اور ہم manufacturer پر tax لگا رہے ہیں۔ جناب! اگر کوئی بھی economy کو جانتا ہے اور کوئی بھی practicing business میں ہے تو وہ آپ کو یہ بتائے گا کہ جب manufacturer Withholding Tax لگتا ہے تو Withholding Tax final consumer کو pass کر دیتا ہے تو ultimately ہم اور آپ یہ پیسا دیں گے کیونکہ manufacturer initially tax دے گا۔ وہ پیسا end میں product کی retail price میں جائے گا اور price increase ہو گی اور ultimately ہم ہی پیسا دیں گے۔

جناب! آپ ایک طرف salaried class, pensioners اور سب کو direct taxation کر رہے ہیں اور اس کے بعد جو Sales Tax and Withholding Tax , ہے، اس سے آپ کی further آمدنی reduce ہو گی۔ آپ کہہ لیں کہ اس ملک میں ایک مخلوق کو فائدہ ہو گا اور وہ مخلوق کون ہے؟ وہ مخلوق ہے جس کو کھانے کی فکر نہیں ہے، جس کو ادویات کی فکر نہیں ہے، ان کا تو اس بجٹ سے کوئی نقصان نہیں ہے لیکن جس کو کھانے اور پینے کی فکر ہے اور جس کو ادویات کی فکر ہے، اس بجٹ کے بعد اس کی بری حالت ہو جائے گی۔

جناب! آپ energy sector کو دیکھیں اور میں نے بھی energy sector کو بھی دیکھا۔ میں نے energy sector میں یہ دیکھا کہ ہم نے energy sector میں لوگوں کو بہت سارا پیسا دینا ہے کیونکہ ہمارے contracts ہیں اور ہمارا cycle چل رہا ہے اور ہم نے بہت ساری کمپنیوں کو پیسا دینا ہے۔ ہم لوگوں کو tax کریں گے تاکہ ہم وہ پیسا دے سکیں، یہ حکومت کا کہنا ہے کہ ہم لوگوں سے tax لیں گے اور ہم tax کے ذریعے یہ پیسا واپس کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم tariff بھی increase کریں گے یعنی پاکستانی قوم ان کمپنیوں کو پیسا بھی دے گی اور اس کے ساتھ ان کا tariff بھی increase ہو گا۔ جناب! یہ کہاں کا انصاف ہے اور یہ کونسا بجٹ ہے؟ جس نے یہ بجٹ بنایا ہے، وہ یہ سوچ ہی نہیں رہا کہ اس کا قوم پر کیا اثر ہو گا؟ وہ ہر طریقے سے اپنی collection کر رہے ہیں لیکن عوام کو واپس کیا مل رہا ہے، possibility کیا ہے، مجھے وہ نظر نہیں آئی۔

جناب! Debt servicing ہے، اس بجٹ سے یہ نظر آتا ہے کہ آدھے سے زیادہ بجٹ debt servicing میں جا رہا ہے یعنی حکومت یہ کر رہی ہے کہ یہ پیسے واپس دینے کے لیے قرضہ لے رہی ہے۔ مزید قرضہ بڑھے گا اور ہم اگلے سال اس قرضے کو دینے کے لیے مزید قرضہ لیں گے۔ ہم اس vicious cycle کو توڑنے کی بجائے بڑھا رہے ہیں، یہ نظر آ رہا ہے، اگر آپ اس کو دیکھیں۔ جناب! میں اس بجٹ کے سیاسی پہلو پر بھی ذرا غور کرتا جاؤں۔ میں نے شروع میں ذکر کیا تھا کہ no representation, no taxes یہ principle ہے، اس پر تین انقلاب آ چکے ہیں، میں نے جن کا ذکر کیا اور آپ تاریخ میں 17 انقلابات دیکھیں گے، یہ revolutions آئے ہیں اور یہ no representation, no taxes ہے۔

جناب! ہمارا اس کے ساتھ ساتھ ایک اور مسئلہ ہے اور ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارا جو سیاسی ماحول ہے، اس میں اتنی کشیدگی ہے کیونکہ اس کو سیاسی ماحول نہیں بنایا جا رہا۔ آپ کو اس میں نہ rule of law نظر آتا ہے اور نہ آپ کو ایسا solution نظر آتا ہے کہ ہم اس مسئلے کو solve کر سکیں۔ آپ اس قسم کی situation میں بجٹ بنا ہی نہیں سکتے۔ میری یہ التجا ہے اور یہ record پر ہے، میں بار بار یہ کہہ چکا ہوں کہ ہم جب تک سیاسی بحران کو ختم نہیں کریں گے، ہم جب تک لوگوں کا چرایا ہوا mandate واپس نہیں کریں گے تو اس طرح یہ budgets کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آپ دیکھیں گے کہ اگلے دو ماہ میں ایک mini budget آئے گا جس میں یہ ساری چیزیں revise کرنی پڑیں گی۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔

جناب! میں property tax کی بھی بات کرتا چلوں کیونکہ property پر tax لگا دیا گیا ہے، ہمارا property business already ختم ہو گیا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ COVID آیا تھا اور پوری دنیا میں آیا تھا۔ پاکستان نے COVID میں کیوں survive کیا؟ اس وقت PTI کی حکومت تھی اور ہم نے سوچا کہ ہم COVID کو tackle کرنے کے لیے property sector کو revive کریں۔ اس سے construction business بھی بڑھتا ہے اور اس سے آمدنی بھی بڑھتی ہے اور اس سے لوگوں کو روزگار بھی ملتا ہے اور economy میں پیسا واپس آنے کا ایک cycle چل پڑتا ہے۔ ہم نے COVID

crisis کو کامیابی سے حل کیا اور اس crisis کو پار کیا، اس کی پوری دنیا نے تعریف کی۔ Property پر already recession آیا ہوا ہے، اس پر اتنی زیادہ taxation ہو گئی ہے کہ آپ کا property business بھی ختم ہو جائے گا، آپ کا construction business بھی ختم ہو جائے گا۔ کچھ corporations ہیں جو corporate tax دے رہی ہیں جو export کرتی ہیں، آپ نے ان پر بھی tax لگا دیا ہے حالانکہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ آپ کو export پر کوئی نہ کوئی incentive دینا چاہیے، کوئی نہ کوئی growth پر incentive دینا چاہیے۔ کیا ہو رہا ہے کہ ہماری Export industry پر بھی tax لگا دیا گیا ہے تاکہ وہاں پر بھی reinvestment کا incentive نہ ہو۔ آپ وہاں پر ایسی پریشانی create کریں کہ ہم باقی دنیا سے compete نہ کر سکیں۔ کیا یہ بجٹ ایسا بجٹ ہے، جس میں ہم واقعی ترقی چاہتے ہیں یا یہ ایسا بجٹ ہے، جس کے بعد ہم اپنے ملک کا نقصان کرنے جا رہے ہیں۔

جناب! میں آخر میں یہ بھی ضرور کہوں گا کہ اس بجٹ سے جو economic crisis نظر آتا ہے، صاف نظر آ رہا ہے کہ بجٹ ایک crisis and panic کی situation میں بنایا گیا ہے۔ انہوں نے جہاں پر کہا ہے کہ taxes لگاؤ اور پیسے اکٹھے کرو اور باقی چھوڑ دو۔ اس کی ایک بڑی وجہ ایک institution ہے اور ان پر economic crisis کا main الزام لگنا چاہیے، وہ ہمارا Election Commission of Pakistan ہے۔ یہ سارا کچھ ہو رہا ہے اور یہ جو سب کچھ ہوا ہے، ہمارا جو سیاسی بحران ہے۔ ہم نے دیکھا ہے ، PTI سے symbol لے لیا گیا اور یہ کوشش کرنا کہ PTI کے لوگ elections نہ لڑ سکیں اور یہ سارا crisis Election Commission کا پیدا کردہ ہے۔ Election Commission کی وجہ سے یہ بجٹ لوگوں پر مسلط کیا جا رہا ہے کیونکہ جب آپ کے ملک میں political stability نہ ہو تو پھر economic stability نہیں ہوتی اور پھر ہم اس طرح کا الٹا پلٹا بجٹ دیکھتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ تقریر کو تھوڑا سا مختصر کریں اور وزیر مملکت صاحب بھی تشریف لائے ہوئے ہیں۔

سینیٹر سید علی ظفر: یہ تشریف لائے ہوئے ہیں لیکن مجھے یہ امید تھی کہ Minister for Financeخود آئیں گے اور ان سے یہ گفتگو ہو گی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: قومی اسمبلی کا اجلاس چل رہا ہے اور وہ قومی اسمبلی میں ہیں۔آپ کا شکریہ۔

سینیٹر سید علی ظفر: جناب! میں آخر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ سینیٹ ایک ایسا ادارہ ہے اور یہ ایوان بالا ہے اور آئین میں اس کا ایک مقصد ہے۔آپ کو یاد ہے کہ 1956 کے آئین میں ایک major mistake ہوئی تھی اور وہ mistake یہ تھی کہ ایوان بالا سینیٹ نہیں بنایا گیا تھا اور اس کی وجہ سے ultimately ہمارا کتنا نقصان ہوا تھا۔ جناب! 1973 کے Constitution میں سینیٹ کا مقصد ہے اور آپ دنیا جہاں کے constitutions میں دیکھیں، اس کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ جتنے صوبے ہیں وہ برابری کی بنیاد پر represent ہوتے ہیں، parity ہو یعنی ان کی representation برابر ہو جو National Assembly میں نہیں ہوتی کیونکہ قومی اسمبلی میں one vote والا system ہے لیکن سینیٹ کا یہ مقصد ہے کہ ہر صوبہ represent ہو۔ بد قسمتی سے ہم اپنے بجٹ پر بحث کر رہے ہیں اور اتنی اہم بحث کر رہے ہیں، اس میں ہمارا ایک صوبہ جو پاکستان کا بڑا اہم حصہ ہے، وہ ابھی تک unrepresented ہے۔ میرا اشارہ ہمارے KP کے Senators کی طرف ہے جن کو یہاں پر ہونا چاہیے تھا۔ یہ کیسا بجٹ ہے؟ جہاں پر آپ کا ایک صوبہ unrepresented بیٹھا ہے۔ میں یہاں سے بجٹ کی legitimacy کو challenge کرتا ہوں۔

جناب! میں آخر میں ایک چیز کہنا چاہتا ہوں لیکن آج Law Minister صاحب بیٹھے ہوئے نہیں ہیں، انہوں نے بجٹ اجلاس سے پہلے ایک statement دی تھی جب وہ ایک قانون لے آئے تھے اور وہ اس قانون کو bulldoze کرنا چاہ رہے تھے۔انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم اس لیے اس کو bulldoze کر رہے ہیں کہ ہمیں IMF نے کہا ہے کہ یہ ضروری قانون ہے اور ہم اس لیے اس کو کمیٹی کو بھیجے بغیر bulldoze کر کے pass کرانا چاہتے ہیں۔ وہ کامیاب ہو گئے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ IMF جو کہتا رہے، ہمیں اس سے فرق نہیں پڑنا چاہیے کیونکہ this is the Parliament, this the House of

Senate, we need to argue, we need to debate, we need to decide a matter. ہمیں dictation منظور نہیں ہے، ہمیں کوئی dictate نہیں کر سکتا کہ ہم کونسا قانون pass کریں اور کونسا قانون pass نہ کریں۔ ان کی statement record پر ہے اور میں اس کا جواب on the record دینا چاہتا ہوں کہ یہ کہنا کہ ہمیں IMF نے کہا ہے اور ہم اس لیے قانون کو bulldoze کریں گے، یہ acceptable نہیں ہے۔ اسی طرح IMF نے کہہ دیا کہ ہم taxes لگائیں اور ہم نے taxes لگا دیے، بے شک لوگوں کی کمریں ٹوٹ جائیں تو یہ بھی acceptable نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ جی وزیر مملکت برائے خزانہ جناب علی پرویز صاحب۔

Mr. Ali Pervaiz Malik, Minister of State for Finance

جناب علی پرویز ملک (وزیر مملکت برائے خزانہ): بہت شکریہ، جناب چیئرمین! سب سے پہلے I would just like to put this before the House کہ وزیر خزانہ صاحب خود آنا بھی چاہتے تھے۔ سامنے قومی اسمبلی میں Leader of the Opposition کی opening speech جاری ہے اور اس تقریر کو سننے کے لیے he is very much present on the floor of the National Assembly اور جیسے ہی وہ conclude ہوگی تو وہ خود یہاں پر آ جائیں گے۔ میں تو ابھی کی بات بتا رہا ہوں، ابھی وہ سامنے بیٹھے ہیں، عمر ایوب صاحب تقریر کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: چلیں آپ ان کی بات سن لیں۔

جناب علی پرویز ملک: اب جناب سینیٹر صاحب نے کچھ political گفتگو کی، جب میں آیا تو اس کے بعد کچھ انہوں نے economic issues highlight کیے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ حکومت کی یا جو Finance team ہے اس کی سوچ میں آپ کے سامنے present کر سکتا ہوں۔ جناب جب سارے لوگ اپنی speeches conclude کر لیتے ہیں اس کے بعد میں ان پر comment دے دوں گا۔ بہت شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر کامران مرتضیٰ صاحب۔

Senator Kamran Murtaza

سینیٹر کامران مرتضیٰ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ، جناب چیئرمین! علی ظفر صاحب نے کہا کہ خیبر پختونخوا represent نہیں ہو رہا تو چونکہ ایوان کی formation مکمل نہیں ہے تو یہ بجٹ defective ہے۔ ویسے by the way اگر ہم سارے نہ بھی ہوں تو بھی ہمارے ہونے یا نہ ہونے سے فرق کیا پڑتا ہے، practically کوئی فرق نہیں پڑ رہا ہے اور اس فرق کو میں تھوڑا سا واضح کرنا چاہتا ہوں۔

ہر سال جون میں ہم اکٹھے ہو جاتے ہیں اور بجٹ پر بات بھی کر لیتے ہیں۔ شروع میں تو ہم بڑے پرجوش ہوا کرتے تھے کہ بجٹ پر جب ہم بات کرتے ہیں تو پتا نہیں ہم کون سے تارے توڑ کر لاتے ہیں اور کیا ہماری تجاویز بڑے کام کی تجاویز ہوتی ہوں گی، یقیناً اس میں پارلیمان کا بڑا کردار ہو گا اور ہمیں اپنی input دینی چاہیے لیکن آہستہ آہستہ پتا چلا کہ اگر input دیں بھی تو اس input کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور ابھی ہم خاصے trained ہو گئے ہیں۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے مگر چلیں دستور کو ہم follow بھی کر لیں تو بجٹ میں ہم کسی حد تک contribute کر سکتے ہیں۔

چونکہ ہم legal side کے لوگ ہیں اس لیے دستور کے حوالے سے آپ کو پہلا تضاد بتا دیتے ہیں کہ ایک طرف تو جس ایوان میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں یہ Upper House ہے، House of the Federation ہے۔ Article 73 کے نیچے اس بجٹ کے اوپر at the most اگرچہ ہم ہیں Upper House مگر Article 73 کے نیچے ہم کر کیا سکتے ہیں، at the most recommendations دے سکتے ہیں۔ یعنی Lower House میں جا کر وہ initiate ہو گا اور ہم Lower House کو recommendations دے سکتے ہیں، سفارشات پیش کر سکتے ہیں، اور وہ سفارشات تو سفارشات ہوا کرتی ہیں، جس کو کی جائے اگر وہ سفارش مان لے تو اس کی مہربانی ہے اور اگر نہ مانے تو بھی میرے خیال میں اس کی مہربانی ہے، تو ہم at the most recommendations دے سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین! اسی Constitution میں ایک اور anomaly بھی ہے، دوسری anomaly یہ ہے کہ جس ایوان میں آپ کا بجٹ آتا ہے یا initiate ہوتا ہے اس

میں آپ دیکھیں کہ کیا وہ سارے کا سارا ووٹ ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا ہے، اس بابت آپ کو Article 82 دیکھنا پڑے گا کہ Federal Consolidated Fund میں آپ کس حد تک ووٹ کر سکتے ہیں۔ یعنی میری مراد یہ ہے کہ ہم تو recommendations دے سکتے ہیں، ہماری recommendations کی حیثیت depend کرتی ہے کہ قومی اسمبلی اگر اسے چاہے تو مان لے، اگر قومی اسمبلی نہ چاہے تو اسے نہ مانے مگر قومی اسمبلی کی اپنی جو حیثیت ہے، ہماری پارلیمنٹ کا جو Lower House ہے اس کی اپنی حیثیت Federal Consolidated Fund کو ووٹ نہیں کر سکتا، discuss کر سکتا ہے۔ یعنی وہ بیٹھ سکتے ہیں، بات چیت کر سکتے ہیں مگر ووٹ کرنے کے لیے وہ اسے touch نہیں کر سکتے ہیں تو جناب دیکھنا پڑے کا Federal Consolidated Fund کا percentage کتنا ہے، اس میں کتنے کو وہ ووٹ کر سکتے ہیں اور کتنے کو وہ ووٹ نہیں کر سکتے۔ ویسے تو میں اور علی ظفر صاحب سارے یہ کہتے ہیں کہ ایوان اور ہم sovereign ہیں۔ پتا نہیں کتنے sovereign ہیں کہ ہم یہاں پر اس بجٹ کو کچھ نہیں کر سکتے at the most only recommendation اور وہاں پر وہ Federal Consolidated Fund کو ہاتھ نہیں لگا سکتے، صرف discuss کر سکتے ہیں، ویسے ہی اس پر میری طرح اور میرے اور دوستوں کی طرح اس پر باتیں کر لیں مگر اسے ووٹ نہیں کرنا۔

Federal Consolidated Fund کیا ہے، اس کے لیے آپ Article 78 پر چلے جائیں۔ جب آپ Article 78 پر چلے جائیں گے تو پھر اس کی percentage نکال لیجیے کہ یہ جو ایک sovereign ایوان ہے جو کہ عوام کا نمائندہ ایوان ہے وہ بھی indirect اور پھر وہ direct کس percentage کی حد تک دستور کے مطابق ہمارا اختیار ہے۔ اگر ہم دستور پر چلیں بھی تو اس پر چلتے ہوئے ہم کس حد تک اس پر بات کر سکتے ہیں یا کس حد تک اس پر اپنا اختیار بتا سکتے ہیں۔ جب اختیارات کا یہ حال ہو جائے گا تو پھر یقیناً اس کے بعد مسائل ہوتے ہیں۔

بجٹ آنے سے پہلے ہم ایک اور چیز کے بارے میں بھی سنا کرتے تھے اور ہمارے وہ دوست بھی Article 160 کے حوالے سے بات کیا کرتے تھے جو کبھی ہمارے ساتھ تھے اور ہم اکٹھے ہوا کرتے تھے۔ Article 160 کے حوالے سے جب بھی بجٹ آتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ

NFC Award اس کی ایک مدت ہوا کرتی ہے، میرے خیال میں NFC Award کی مدت کو ختم ہوئے بھی تین حکومتیں گزر گئی ہیں۔ تین حکومتوں میں سے شاید ایک حکومت تو آج کی چل رہی ہے، ایک حکومت وہ تھی جس میں ہم بھی شریک کار تھے اور تیسری حکومت PTI کی تھی۔ PTI نے اس میں ایک لنگڑی لولی attempt کی تھی، اس میں 18th Amendment کو hijack کرنے کے لیے ایک لنگڑی لولی attempt کی گئی تھی، جسے عدالت میں challenge کرنے کے نتیجے میں وہ challenge succeed کر گیا اور جب succeed کر گیا تو پھر اس کے بعد کسی نے وہ attempt کرنے کی بھی کوشش نہیں کی اور تب سے وہ ڈنگ ٹپاؤ والا معاملہ ہے اور وہ اسی طرح سے معاملات چل رہے ہیں۔ میرے خیال میں آج تک نہ NFC Award کے حوالے سے کسی کو nominate کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کے بعد کوئی Award آئے گا اور اسی طرح سے یہ معاملہ چلتا جائے گا۔ پہلے جب ہم Article 160 کی بات کرتے تھے تو اس وقت بھی شاید ہمیں دستور کی شرم اور حیا تھی مگر دستور کی وہ شرم حیا بھی ہماری ختم ہو گئی ہے اس لیے اس طرح سے یہ چلتا ہے۔

جناب چیئرمین! ایک اور چیز جسے میں آپ کے سامنے لانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ نے ایک SIFC کا ادارہ بنا دیا ہے۔ جب NFC کی بات ہوتی ہے تو وہاں پر صوبوں کے حقوق کے حوالے سے بات ہوتی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ SIFC کے پیچھے کوئی legislative backing ہے یا نہیں ہے۔ اس میں ہمارے کچھ فوج کے لوگ بھی شامل ہیں، وزیراعظم اسے head کرتے ہیں۔ SIFC کا ادارہ اسی طرح سے ہے کہ جیسے کسی میلے میں کوئی دیہاتی گیا جہاں اس کی چادر گم ہو گئی اور اس نے کہا کہ یہ میلہ میری چادر چرانے یا اٹھانے کے لیے سجایا گیا تھا۔ SIFC کا میلہ بھی اسی طرح سے سجایا گیا ہے کہ اس میں چھوٹے صوبوں کے حقوق اور وسائل پر قبضہ کیا جائے۔ 18th Amendment میں کچھ چیزیں غلطی سے، اسے میں غلطی ہی کہوں گا کیونکہ اس میں شاید غلطی سے چھوٹے صوبوں کو بھلے نام کی کچھ چیزیں دے دی گئی تھیں، اب اسے واپس لینے کے لیے مختلف attempts کی جاتی ہیں، ایک attempt تو وہ تھی جس بابت میں PTI کے دوستوں سے گلہ کر رہا تھا وہ NFC Award کے حوالے سے جو Article 160 میں Commission بنایا گیا اس کی composition تبدیل کر دی گئی مگر یہاں جسے وزیراعظم head کرتے ہیں اور جس میں ہماری فوج کے اعلیٰ لوگ بھی شامل ہیں اور اسے Special Investment Facilitation Council کہتے

ہیں، یہ کہتے ہیں کہ ہم چیزوں کو fast track پر ڈال دیتے ہیں اور fast track پر ایسا ڈالتے ہیں جس میں اللہ کے فضل سے بلوچستان کہیں نہیں آتا اور اللہ کے فضل سے اس میں کہیں پر بھی KP نظر نہیں آتا اور باقی معاملات directly and indirectly کسی اور کے control میں چلے گئے ہیں۔ اگر معاملات اسی طرح سے دوسروں کے control میں لے کر جانے ہیں تو اس کا فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اس کا نقصان ہوتا ہے۔

اس وقت جن دو صوبوں کا میں نے نام لیا ہے بلوچستان اور خیبر پختونخوا، ان دونوں صوبوں کا اگر آپ رقبے کے حوالے سے حساب کریں گے یا آبادی کے حوالے سے حساب کریں گے۔ دونوں طرح سے ان کا حساب کریں دونوں ہی صوبوں میں تقریباً one third part پر حکومت کی writ ختم ہو چکی ہے۔ اس government writ کو اگر آپ کہیں کہ صوبوں کا معاملہ ہے تو وہ کہہ دیں گے کہ صوبے ناکام ہوئے ہیں لیکن ان دونوں صوبوں میں Federal agencies بھی امن وامان کے حوالے سے involved ہیں۔ FC, Rangers امن وامان قائم کرنے کی کوشش میں ہوتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ وہاں پر لوگ روز شہید ہوتے ہیں تو اس کی وجہ کیا صرف یہ ہی ہے کہ وہاں پر ان صوبوں کے لوگ disturbance create کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یقیناً یہ نہیں ہے، اس کی اصل وجہ معاشی انصاف قائم نہ رکھنا ہے۔ اس کی وجہ ہر سال کا budget ہے جو مجھ سے میرے کپڑوں کا وہ حصہ بھی چھین کر لے جاتا ہے جو میرے جسم پر باقی رہ گیا ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ مجھے ایک نیکر یا underwear پہنچانے کے معاملات میں جو دستوری guarantees ہیں اس سے بھی محروم کر رہے ہیں اور ultimately معاملات میرے ہاتھوں سے نکلتے جا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! آپ خود بلوچستان کے رہنے والے ہیں آپ کو پتا ہے کہ آج کوئٹہ میں دس لوگ linguistic issue کی بنا پر حنا جھیل کے اوپر اغوا ہوئے ہیں۔ Quetta District میں شعبان آپ بھی سو دفعہ گئے ہوں گے اور میں بھی سو دفعہ گیا ہوں گا کبھی کسی نے وہاں پر حنا جھیل کے اوپر جا کے اس طرح کے مسائل کیے تھے وہاں پر کبھی کوئی picnic پر جاتا تھا تو اس کا شناختی کارڈ check کر کے اس کو اٹھا لیا جاتا تھا۔ آج دس لوگ اٹھائے گئے ہیں خدانخواستہ اللہ پاک رحم کریں ان دس لوگوں کی family کے لوگ ہوں گے وہ ان کے زندہ واپس آنے کا انتظار کریں یا مرے ہوئے آنے کا۔ یہ اس صوبے کی بات ہو رہی ہے جہاں آپ کی

number one Agency بہت زیادہ operate کرتی ہے اور اس number one agency کے پاس اس طرح کے معاملات اس طرح کے مسائل حل کرنے کا اس کے پاس شاید کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس کے پاس لے دے کے جو کام ہے یا جو کام رہ گیا تھا وہ elections control کرنا تھا اور elections کو control کیا گیا۔

یہ budget دیا گیا ہے میرے بھائی علی ظفر صاحب نے کہا کہ جب اس طرح کے budget آتے ہیں تو انقلاب آیا کرتے ہیں، انہوں نے کوئی three occasions کا بھی ذکر کیا کہ اس وجہ سے وہاں پر انقلاب آیا۔ یہاں تو 76 years میں کبھی کوئی elected government true sense میں نہیں آئی اور اس دفعہ جو طوفان بد تمیزی برپا کیا گیا ہے، جس طرح سے آپ کے پورے ملک میں elections کو بیچا گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں budget دینے والے کیا chosen لوگ ہیں؟ ہاں شاید یہ chosen لوگ ہیں مگر not chosen by the people of Pakistan بلکہ chosen by the Establishment.

جناب ڈپٹی چیئرمین: کامران صاحب آپ۔۔۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب چیئرمین! میں کوئی ایسی بات نہیں کر رہا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: وقت ختم ہو گیا ہے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: علی ظفر صاحب نے 24 minutes لیے میرے ابھی 12 minute بھی نہیں ہوئے اور اس میں آدھا وقت تو میں نے اور علی ظفر صاحب نے آپس میں باتیں کرتے گزار دیا ہے۔ اگر باتوں کو ان میں سے ختم کریں گے تو پیچھے 6 minute رہ جائیں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: باقی ممبران نے بھی تو بات کرنی ہے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: جناب چیئرمین! بات یہ ہے کہ انقلاب کو شاید ہم سب welcome کرتے ان ساری حرکتوں کے نتیجے میں جو میرے عزیز ملک میں پچھلے 76 years سے کی جا رہی ہیں، خدا کرے کہ کوئی انقلاب آئے۔ مگر انقلاب کے اوپر جو رد انقلاب

forces ہیں، جو انقلاب کو ختم کرنے والی طاقتیں ہیں اور وہ انہی لوگوں میں سے ہیں جو ہمارے elections کو control کرتے ہیں۔ اگر وہ اس کو چھوڑ دیں تب شاید اس ملک کا کچھ بھلا ہو جائے گا، کوئی بہتری آ جائے گی۔

جناب چیئرمین! کسی نا کسی طریقے سے آپ Constitution کو violate کر رہے ہیں۔ اس budget میں دو طبقے پیدا کیے گئے ہیں۔ میرے ہندو بھائی جو بیٹھے ہوں گے میں ان سے معذرت کے ساتھ ایک برہمن اور دوسرا شودر، ایک filer کا اور ایک non-filer کا، اب پتا نہیں ہم میں سے کون کون برہمن ہے اور کون کون شودر ہے۔ مگر اس ملک کے زیادہ تر لوگ شودر ہیں اور ان کے ساتھ شودر والا سلوک کیا جا رہا ہے۔ آپ شودروں والا سلوک کر کے green book کو violate کر رہے ہیں۔ آپ discriminate کر رہے ہیں۔ کیا آپ اس base پر کہ کوئی شخص direct tax نہیں دیتا حالانکہ وہ indirect tax pay کر رہا ہے۔ اگر کوئی شخص direct tax pay کرنے کی ہمت نہیں رکھتا، اس کی جیب میں اتنے پیسے نہیں ہیں۔ کیا آپ اس کو discriminate کر سکتے ہیں؟ کیا کامران England جا سکتا ہے اور جو non-filer ہے اس کو England جانے سے آپ روک سکتے ہیں۔ کیا یہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں یہ Articles 4, 8, 9, 25, 37 کی violation نہیں کر رہے؟

یہ آپ کا budget document hit ہوتا ہے کم از کم ان Articles سے باقی اگر کسی اور article سے بھی hit ہوتا ہے تو مجھے علی ظفر صاحب کان میں بتا دیں گے تو وہ بھی میں آپ کو بتا دوں گا۔ مگر آپ کا یہ document discriminatory ہے قانون کے مطابق نہیں ہے، دستور کے مطابق نہیں ہے غلط بنا ہوا ہے۔ لوگوں کا ویسے تو بیڑا غرق ہو ہی رہا ہے مگر اس سبز کتاب کو بھی violate کر کے اس معاملے کو اور طرف لے کر جایا جا رہا ہے۔ اس طرح سے آپ طبقاتی نظام کو ہوا دے رہے ہیں، معاملات کو اور خراب کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! آپ نے بار بار مجھے دیکھنا شروع کر دیا ہے تو آپ کے دیکھنے سے پہلے دو باتیں بلکہ تین اور باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ ایک میرے صوبے کا آپ کے صوبے کا، میرے سے زیادہ آپ کے صوبے کا ایک missing persons کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلے کو پندرہ بیس سال ہو چکے ہیں آج تک لوگوں کے بچے واپس نہیں آئے۔ پنجاب، کشمیر، سندھ سے بچے اٹھائے جانے

لگ گئے ہیں ان بچوں کے اٹھائے جانے پر ہم یقیناً خوش نہیں ہیں ہم یقیناً ناراض ہیں۔ مگر ایک بات کبھی کبھی ذہن میں آتی ہے کہ کم از کم ان کو اس تکلیف کا احساس ہو گیا ہے جو بلوچستان میں، خیبر پختونخوا میں ماؤں کو ہوا کرتا تھا جب ان کے بچے غائب ہو جاتے تھے۔

جناب چیئرمین! دوسری بات چمن پرلت کے حوالے سے پرلت لفظ کو بہت سارے لوگ نہیں سمجھتے ہوں گے دھرنا یا چونکڑی مار کر بیٹھ جانا ہوتا ہے۔ چمن پرلت کو کتنا وقت ہو گیا ہے، کیا وہ انسان کے بچے نہیں ہیں؟ ان کو جس طرح سے treat کیا جا رہا ہے، جس طرح سے لوگوں کو اٹھایا جا رہا ہے۔ اس وقت 160 لوگوں کے اوپر مقدمہ درج ہوا ہے ہوا کس بات پر ہے اس کی کسی کو سمجھ نہیں آئے گی کہ کس بات پر یہ مقدمہ درج ہوا ہے اور اس چمن پرلت کے حوالے سے لوگوں کو تنگ کیا جا رہا ہے تو کیا آپ اور میں یہ چاہتے ہیں کہ چمن پرلت کے حوالے سے ایک اور بارڈر کو گرم کر دیں۔ کل خدانخواستہ وہاں پر بھی وہی مسائل ہوں جو ملک کے دوسرے علاقوں میں چل رہے ہیں تو اس میں آپ کے اور میرے part پر کوئی کسر باقی نہیں رہی۔ ہم ان کو بہت زیادہ خراب کر رہے ہیں اور ان کو اس جگہ تک لے کر جانے کی کوشش کر رہے ہیں جہاں پر شاید point of no return آ جائے۔

اس سے پہلے کہ آپ مجھے کہیں کہ مزید اور وقت ہو گیا ہے میں آپ کو فلسطین کے حوالے سے ایک دفعہ پھر یاد دہانی کرانا چاہتا ہوں۔ وہاں اس جگہ پر ہمارے ایک ساتھی بیٹھے ہوتے تھے سینیٹر مشتاق احمد، ان کے اوپر ایک دفعہ کچھ بندوں نے گاڑی چلا دی اور اس میں کچھ بندے بھی شاید مر گئے اور کچھ زخمی ہوئے۔ اس کو میں نے point out بھی کیا تھا اس دن محترمہ شیری رحمان Preside کر رہی تھیں میرے خیال ہے کہ محترمہ شیری کر رہی تھیں انہوں نے کہا اس معاملے کو شاید چیئرمین صاحب دیکھیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اس معاملے کو حل کر کے report ایوان میں لے کر آئیں گے لیکن وہ آج تک نہیں آئی۔ مگر چھوڑیں یہ تو دو چار بیچارے پاکستانی تھے مر گئے۔ اس وقت تک فلسطین میں چالیس پچاس ہزار۔

(مداخلت)

Law Minister نے assurance دی تھی مگر Ruling کس کی تھی انہوں نے کہا تھا کہ report اس House میں آئے گی لیکن وہ report نہیں آئی اور

reportنہ آنے کی وجہ بھی سن لیں کیونکہ اس معاملے میں کسی خاص ادارے کے، کسی خاص کے لوگ ملوث تھے اس لیے uniform report نہیں آئی اس کو ادھر ادھر کر دیا گیا۔ چلیں چھوڑیں وہ تو بچارے پاکستانی تھے ان کی تو ویسے ہی کوئی حیثیت نہیں ہے مگر فلسطین میں ہمارے چالیس پچاس ہزار مسلمان بھائی مار دیے گئے ہیں۔ اس budget کو لکھتے ہوئے اگر مالی امداد نہ لکھتے کم از کم اس میں بد دعاؤں کا ایک لفظ شامل کر دیتے کہ ہم سارے مل کر اسرائیل کو بد دعائیں دیا کریں گے اور تو آپ سے کسی خیر کی توقع نہیں ہے۔

یہ ملک بنا اسلام کے نام پر، فوج اسلام کے نام پر، ہر چیز اسلام کے نام پر، پچاس ہزار عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان مر چکے ہیں اور پتا نہیں کب تک مرتے رہیں گے۔ مگر آپ کے پاس، کسی کے پاس اس کی مذمت کرنے کا وقت بھی نہیں ہے۔ بجٹ میں آپ کوئی provision نہیں رکھ سکے کہ ان کے لیے کوئی ایمبولینس، دوائیاں یا کوئی اور چیز خرید سکیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر کوئی ترامیم کر سکتے ہیں یا یہ ہاؤس کوئی recommendation دے سکتا ہے تو صرف ایک recommendation دے دیں۔ ایک چیز ہی recommend کر دیں اور وہ یہ recommend کر دیں کہ سارے مسلمان مل کر اور ان دونوں ایوانوں کے ممبران مل کر روزانہ فلسطینیوں کے خلاف بمباری کرنے والوں اور ان کو مارنے والوں کو بد دعا دیا کریں کیونکہ اس سے زیادہ کی توفیق شاید ہم میں نہیں ہے۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی، شکریہ۔ چونکہ بجٹ اجلاس ہے کوشش کریں کہ بجٹ کے حوالے سے تجاویز دے دیں کیونکہ State Minister آئے تھے مگر اس سیاسی تقریر کی وجہ سے واپس چلے گئے۔ آپ لوگ کوشش کریں اور بجٹ کے حوالے سے تجاویز دے دیں۔ تمام ممبران ہمارے لیے معزز ہیں۔ جی، سینیٹر قراۃ العین مری صاحبہ۔

Senator Qurat-ul-Ain Marri

سینیٹر قراۃ العین مری: شکریہ، جناب ڈپٹی چیئرمین! اصل میں ہم سب کو دو ہی مواقع ملتے ہیں جب ہمیں کسی بھی بات کو کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ایک صدارتی خطاب پر بحث کے دوران اور دوسرا بجٹ پر بحث کے دوران ہمیں موقع ملتا ہے کہ ہم دوسرے مسائل پر بھی بات کر سکیں۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! میں آپ کی indulgence چاہوں گی کیونکہ ویسے تو ہمیں

اپنی بات کرنے کے لیےparliamentary toolsاستعمال کرنے ہوتے ہیں مگر بجٹ تقریر ایسی ہے جو کہ ہم سال میں ایک بار کرتے ہیں۔ اس میں بھی میں آپ کی بات کی تائید کروں گی۔ امید یہ تھی کہ لوگ زیادہ مثبت باتیں کرتے مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ زیادہ تر مخالفین پر حملہ کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے۔ خاص طور پر ہمارے پاکستان تحریک انصاف کے دوستوں نے کافی حملے کیے ہیں۔ چلو! خیر ہے۔ ہمیں ان کا وقت بھی یاد ہے۔ بہتر یہ ہوتا کہ ملک کے حالات کا جائزہ لے کر حکومت بجٹ بناتی۔ اس وقت پورے ملک میں بجلی آ ہی نہیں رہی۔ اس مرتبہ عید پر کم از کم ہمارے ہاں سانگھڑ میں بیس گھنٹے کی لوڈشیڈنگ تھی۔ باقی ملک کے بارے میں مجھے معلوم نہیں کہ وہاں پر کیا صورت حال تھی؟ پھر بھی بجلی کی مد میں 157 billionروپے ہم نے بجٹ میں رکھ دیے۔ یہ الگ بات ہے کہ majority of this moneyیہ جا رہا ہے ہم جو بجلی زیادہ بنا رہے ہیں اس کو storeکر رہے ہیں یہ اس کے کرایہ دینے پر ادا کر رہے ہیں۔Capacity paymentسے بہتر ہے کہ اپنا distribution network strengthenکریں۔ کم از کم اگر ہم بجلی بنا رہے ہیں تو وہ بجلی لوگوں تک تو پہنچائیں۔ گیس کی مد میں آپ نے 22 billionرکھ دیے۔ گیس لوگوں تک نہیں پہنچ رہی ہے۔ The government is severely lacking service delivery.ہم اگر ٹیکس بڑھا رہے ہیں تو ہم لوگوں کو اس ٹیکس کے بدلے میں کیا دے رہے ہیں؟ بہتر یہ ہوتا کہ حکومت اپنے اتحادیوں سے صلاح کرتی۔ ان کے مطالبوں پر غور کرتی اور بجٹ سے پہلے انہیں اعتماد میں لیتی مگر افسوس کہ یہ نہیں ہوا۔

جناب چیئرمین! میں پچھلے کچھ دنوں میں آ نہیں سکی۔ ہماری Standing Committee on Planning and Developmentکی meetings چل رہی تھی تو ہم ان میں مصروف تھے مگر نظر سے گزرا کہ ہمارے کچھ اپوزیشن کے اراکین نے ہمارے اوپر الزامات اور تہمات کی بوچھاڑ کر دی تو میں انہیں صرف یہ کہنا چاہوں گی کہ ہمیں ان کا وقت بھی یاد ہے۔ ہم پر تہمت لگی کہ ہمیں فرنگیوں سے اتحاد کرنے کا شوق ہے۔ ہمیں کہا گیا کہ آپ نے تو East India Companyبنا دیا ہے اور آپ دوبارہ انگریزوں کو لانا چاہتے ہیں۔ ہم پر تہمت لگا رہے ہیں فرنگی ہونے کی اور یا فرنگیوں سے impress ہونے کی۔ آپGhislaine Maxwell کی ساتھ گلاس کھنکھائیں۔ ہمیں فرنگیوں کا شوق ہے۔ جو Zionists کا poster boy ہے اور آپ لندن کی میئر کی campaign کو

endorse کریں۔ آپ صادق خان کے مقابلے میں Goldsmith کو hounorable, man of integrity, commitment to justice, بولیں۔ ابھی فلسطین کی بات ہوئی۔ یہ تو فلسطین کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس کو آپ endorse کریں اور ہمیں فرنگی ہونے کا شوق ہے۔ ہم کہاں سے فرنگی بن گئے۔ یہ Zionism کا poster boy آپ کے بچے پال رہا ہے۔ آپ ہمیں کہہ رہے ہیں کہ ہم فرنگی collaborators ہیں۔ مطلب مجھے سمجھ نہیں آرہا ہے۔ بال آپ خود blonde کر کے بیٹھے ہیں اور فرنگی ہم ہیں۔ ہم کہاں سے فرنگی ہیں؟ ہم سے زیادہ پاکستانی کوئی نہیں ہے۔ ہمیں پاکستانیت کا درس کوئی نہ دے۔

جناب چیئرمین! ہم وہ نہیں ہیں کہ جس کی جب حکومت گئی تو ہم نے کہا ہو کہ حکومت گرانے سے اچھا تھا کہ پاکستان پر بم گرا دیتے۔ ہم اس سیاسی جماعت سے ہیں جہاں ذوالفقار علی بھٹو پھانسی چڑھ گیا مگر پاکستان کی سالمیت پر آنچ نہیں آنے دی۔ جہاں بے نظیر بھٹو سلاخوں کے پیچھے رہی پھر جلاوطن ہو گئی مگر پاکستان کی طرف کسی کو آنکھ نہیں اٹھانے دی۔ جہاں آصف زرداری بنا کسی جرم کے چودہ سال جیل میں رہا۔ مگر مجال ہے کسی نے پاکستان کے لئے کچھ کہا ہو۔ اس نے تو کہا پاکستان کھپے۔ آپ کہتے ہیں پاکستان پر بم گرادو مگر میری حکومت نہ گراؤ۔ آپ ہم سے بات کریں گے پاکستانیت کی۔ آپ ہمیں بتائیں گے کہ ملک سے پیار کرنے کا مطلب کیا ہے۔ جناب چیئرمین! یہاں پہ بڑا دکھ ہوا۔ ایک بڑے معزز رکن نے ایک گھناؤنے جرم کو بڑا اچھالا۔ ریپ کے جرم کو بڑا اچھالا حالانکہ remarks expunge ہو گئے، I think, she should have apologized. This was a trigger warning for every single rape victim in this country we cannot trivialize rape میری دعا ہے کہ آپ میں سے کسی کے ساتھ وہ نہ ہو جس کو آپ اتنے آرام سے کہتے ہیں کہ کمیٹیوں کے معاملے میں تو ہمارے ساتھ ریپ ہو گیا۔ ارے بھائی! rape ہو گیا۔ خدا کا کچھ خوف کریں۔ There was no apology forthcoming from our hand and I am so glad that Mr. Chairman expunged the remarks but that is not enough. She should be apologizing ہمیں بولا گیا کہ ہم گدھ ہیں۔ ہم کہاں سے گدھ ہیں۔ کیوں ہم گدھ ہیں۔ کس وجہ سے ہم گدھ ہیں۔ ایسا ہم نے کیا کر لیا؟ گدھ تو وہ تھے جو چار مہینے تک دھرنے پر بیٹھے رہے مگر یہاں ایوان سے تنخواہیں اٹھاتے رہے۔

Every PTI MNA took his pay from the parliament despite sitting in a DHARNA for 4 months. ہم یہیں تھے۔ گدھ تو وہ ہیں جنہوں نے resign کر دیا جھوٹ موٹ کا مگر تنخواہیں اٹھاتے رہے۔ گدھ تو وہ ہیں جو منسٹریوں سے اترنے کے بعد vote of no confidence میں اپنی حکومت گرنے کے بعد منسٹروں کے گھر خالی نہیں کئے۔ گاڑیاں واپس نہیں کیں۔ تنخواہیں نہیں چھوڑیں اسے گدھ کہتے ہیں۔ ہمیں گدھ نہ سکھایا جائے۔ گدھ وہ ہے جو کورونا میں Prime Minister بیجنگ چلا جاتا ہے۔ کووڈ میں Prime Minister اپنے بڑے entourage کے ساتھ بیجنگ چلا جاتا ہے, for a zoom meeting اس کو گدھ ہونا کہتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں عوام کا گوشت کھانا۔ ہمیں نہ بتایا جائے۔

(مداخلت)

سینیٹر قراۃالعین مری: بی بی صبر کرو۔ صبر اور تحمل سے کام لو۔ بات ہوئی climate change کی۔ آپ climate change کی فکر کریں۔ آپ نے بڑی کی تھی۔ پی ٹی آئی کی حکومت میں پی ٹی آئی کی منسٹر کہتی تھی پاکستان کا موسم بہت اچھا ہے کیونکہ ہمارا Prime Minister بڑا handsome ہے۔ یہ climate تھا۔ آپ بات کیا کر رہے ہیں۔ Prime Minister کہتا تھا کہ پاکستان کے بارہ موسم ہیں۔ اب یہ ہمیں climate change سکھائیں گے۔ چیئرمین بلاول بھٹو زرداری نے پریشر ڈال کر global north کو مجبور کیا that they should recognize the loss we are facing at their behest. Loss and damage fund ہم نے create کیا۔ آپ نے کیا کیا؟ handsome Prime Minister? What are you telling us? Do not teach us. ہماری شرافت کو ہماری کمزوری نہ سمجھا جائے۔ شریف ہیں کمزور نہیں ہیں۔ ہمیں بتائیں گے کہ کیا کہنا چاہئے؟ ہمیں بتائیں گے کہ کیا بات کرنی چاہئے؟ بجٹ پر بولیں اور بجٹ پر بولیں۔ ہمیں گدھ کہا تھا وہ بجٹ تھا؟

جناب چیئرمین! Bulldozing کی بات کی گئی۔ میں بھی اس ایوان میں تھی۔ پتا نہیں علی ظفر صاحب اس وقت تھے یا نہیں تھے۔ شاید وہ بعد میں آئے۔ میرے کسی ساتھی کو یاد ہوگا کہ کوئی سات یا آٹھ بل ضمنی ایجنڈا پر آئے تھے۔ ہم نے بائیکاٹ کر دیا۔ I recount

میں بذات خود کھڑی ہوئی۔ میں نے کورم کی نشان دہی کی it because it was me اور میں نے واک آوٹ کیا۔ There was no quorum for the first time in this House the precedent was set by the PTI government to pass all those bills without there being a quorum. یہ کیا بات کر رہے ہیں bulldozing کی۔ ہم چشم دید گواہ ہیں۔ تو مہربانی کریں اگر خود بولتے ہیں تو یاد رکھیں زبان اوروں کی بھی ہے۔ ہماری شرافت اور ہمارا ظرف ہمیں روکتا ہے مگر ہم کمزور نہیں ہیں۔ Thank you, Mr. Chairman.

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر ڈاکٹر افنان اللہ صاحب۔ سینیٹر ہدایت اللہ خان صاحب۔

Senator Hidayatullah Khan

سینیٹر ہدایت اللہ خان: جناب چیئرمین! مہربانی۔ شکر ہے کہ انہوں نے انکار کیا تو مجھے نمبر مل گیا۔ چیئرمین صاحب! اس کے لیے بھی آپ کا بہت بہت شکریہ۔ پہلے تو میں اپنے colleague اور دوست نوابزادہ عمر فاروق صاحب کے والد عبدالظاہر کانسی صاحب، جو ایک قبیلے کے سردار بھی تھے اور ان کی بلوچستان کے لیے بہت خدمات تھیں، ان کی مغفرت کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

چیئرمین صاحب! جہاں تک بجٹ کا تعلق ہے، اس میں ٹیکس کی بھرمار لگائی گئی ہے کیونکہ تنخواہ بڑھانے کے ساتھ ساتھ ٹیکس بھی بڑھا دیا گیا ہے۔ یعنی ایک طرف سے دے دیا اور دوسری طرف سے لے لیا۔ میرے خیال میں اس طرح کاغذات کو گندا کرنا مناسب نہیں تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ نہ چاچا آیا اور نہ چاچا گیا۔ پھر ضرورت کیا تھی کہ ملازمین کو کہا گیا کہ ہم نے آپ کی تنخواہیں پچیس فیصد بڑھائی ہیں۔ میرے خیال میں یہ نہ کرتے تو اچھا ہوتا۔

دوسری طرف، آج کل دوائیوں کی سخت ضرورت ہے۔ یہ دوائیاں مریضوں کو چاہییں۔ ہر ایک گھر میں ان کی ضرورت ہے۔ بات یہ ہے کہ مرض نہیں دیکھتا کہ یہ غریب ہے یا امیر ہے۔ مرض تو ہر جگہ پہنچ جاتا ہے۔ پھر جو لوگ صاحب استطاعت ہیں یا ان کو جو دوائیاں میسر ہیں، وہ تو الگ بات ہے لیکن جس کے پاس دوائیاں لینے کے لیے پیسے نہیں ہیں، ان پر جو گزرتی ہے، اس کا ہمیں احساس ہونا چاہیے۔ اگر ہم نے دوائیوں پر اٹھارہ فیصد ٹیکس لگا دیا ہے تو یہ

ان غریب لوگوں کے ساتھ بہت زیادتی ہے۔ امیر تو امیر ہے لیکن غریب لوگوں کے ساتھ زبردست زیادتی ہے۔ میری یہ عرض ہے کہ اس کو واپس لیا جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہاں پر ہم دیکھتے ہیں کہ construction کے شعبے کے ساتھ مزدوروں کا ایک تعلق ہوتا ہے۔ ان کی گزر بسر کا یہی ایک ذریعہ ہے جس کے تحت وہ مزدوری کرکے شام کو کچھ کما کر اپنے بچوں کے لیے لاتے ہیں۔ یہاں پر سیمنٹ پر بھی دو روپے سے بڑھا کر تین روپے ٹیکس کر دیا گیا ہے۔ اگر constructionکے اوپر اثر پڑے گا تو لازمی طور پر مزدور پر بھی اثر پڑے گا۔ یہ بات ہمیں یاد رکھنی چاہیے۔ اگر کوئی شخص گھر نہیں بنائے گا تو مرے گا نہیں لیکن اگر غریب سے روٹی چھن جائے گی تو وہ بے چارہ خود بھی مر جائے گا اور اس کے بیوی بچے بھی۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اگر اس پر بھی غور کیا جائے تو بہتر ہوگا۔

اس کے ساتھ ہم زراعت کو ریڑھ کی ہڈی کی مانند سمجھتے ہیں اور قرار دیتے ہیں اور ہم بار بار کہتے ہیں کہ ہماری زراعت ایسی ہے یا ویسی ہے۔ پہلے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے زراعت کے لیے کتنی رقم رکھی ہوئی ہے اور پورے پاکستان میں کتنا پیسا ان کو چاہیے۔ ہمارے بجٹ میں اس مقصد کے لیے 115 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ ہمارے بلوچستان کا صوبہ یا خیبر پختونخوا کے علاقے جہاں ابھی تک پانی نہیں پہنچ سکا، وہاں بارانی پانی استعمال ہوتا ہے یا پھر پانی سیلاب کی شکل میں آتا ہے اور ویسے ہی گزر کر چلا جاتا ہے۔ میرے خیال میں اس پر لازمی طور پر توجہ دینا چاہیے۔ بلوچستان میں بہت اچھے باغات بن سکتے ہیں۔ پھر وہاں پر livestockکا بہت اچھاpotential ہے۔ اسی طرح خیبر پختونخوا میں ڈیرہ اسماعیل خان کی طرف ایسی بنجر زمینیں پڑی ہیں کہ اگر ہم انہیں سیراب کریں تو میرے خیال میں ہم اس سے لاکھوں ٹن کے حساب سے گندم لے سکتے ہیں۔ اس صورت میں ہمیں گندم باہر سے منگوانے کی ضرورت بھی نہیں ہوگی۔

جناب چیئرمین! میں دیکھتا ہوں کہ پنجاب میں کسان کارڈ وغیرہ کے نام سے قرضے کی ایک اسکیم بنائی گئی ہے جس کے تحت لوگوں کو سہولت دی جارہی ہے۔ میں چاہوں گا کہ باقی صوبوں تک اسے بڑھایا جائے تاکہ ان کے ساتھ ناانصافی نہ ہو۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ اس وقت خیبر پختونخوا میں PTI کی حکومت ہے لیکن عوام تو عوام ہیں۔ عوام تو سب کے ہیں۔ حکومت کسی

کی بھی ہو سکتی ہے لیکن عوام سب کے ہیں، وہ سب پاکستانی ہیں، للذا، مہربانی فرما کر اس اسکیم کو خیبر پختونخوا اور دوسرے صوبوں تک بھی بڑھایا جائے۔

اگر ہم وزارت مواصلات کی طرف آتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ٹوٹل بجٹ میں اس کے لیے صرف اٹھارہ ارب روپے مختص کیے گئے ہیں۔ اس میں خیبر پختونخوا کے لیے تقریباً تیئیس کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ اتنے بڑے صوبے کے لیے محض تیئیس کروڑ روپے رکھنا، بہت شرم کی بات ہے۔ خیبر پختونخوا کے لیے اتنے تھوڑے پیسے رکھنا بہت زیادتی اور ظلم ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس پر بھی غور کیا جائے۔ اس میں کوئی بڑی اسکیم بھی شامل نہیں ہے یعنی ہمارے خیبر پختونخوا کی کوئی بڑی اسکیم اس میں شامل نہیں ہے۔ یہ بھی صوبے کے ساتھ بہت زیادتی ہے۔

مالاکنڈ ٹنل جو 2017 میں منظور ہوئی تھی اور اس کی لاگت تقریباً ایک ارب پینسٹھ کروڑ ہے، اس کے لیے بجٹ میں صرف گیارہ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جو کہ میرے خیال میں مذاق کے برابر ہے۔ اگر ایک ارب پینسٹھ کروڑ روپے کے منصوبے کے لیے صرف گیارہ کروڑ روپے رکھے جائیں گے تو اس سے کام نہیں بنے گا۔

جناب چیئرمین! چکدرہ سے دیر تک سڑک کے حالات بہت زیادہ خراب ہیں۔ یہ سڑک مکمل ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بجٹ میں اس کے لیے بھی کوئی فنڈ نہیں رکھا گیا۔ لوگوں کو امید تھی کہ چکدرہ سے چترال تک موٹر وے بنے گی۔ گزشتہ حکومت میں اس حوالے سے باقاعدہ سروے بھی ہو چکا ہے۔ پھر نگران حکومت نے بھی کہا کہ ہم کریں گے لیکن میں حیران ہوں کہ اس مرتبہ PSDP سے کیوں اس منصوبے کو نکال دیا گیا۔ PSDP سے اس منصوبے کو نکالنے کا مطلب لوگوں کے ساتھ مذاق ہے۔ جو بھی متعلقہ حکام یہاں بیٹھے ہیں اور سن رہے ہیں، مہربانی کرکے نوٹ کرلیں کیونکہ یہاں پر تو منسٹرز کی جتنی کرسیاں ہیں، سب خالی پڑی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی آتا ہی نہیں ہے۔ ایک منسٹر آیا تھا، دو تین باتیں کرکے چلا گیا۔ پتا نہیں کدھر گیا؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: محترم اسحاق ڈار صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔

سینیٹر ہدایت اللہ خان: ٹھیک ہے۔ وہ متوجہ نہیں تھے۔ ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ اس طرح کے منصوبے کو PSDP سے نکالنا بہت زیادتی ہے۔ یہ جو موٹروے بن رہی تھی،

پورے اپر چترال، لوئر چترال، اپر دیر، لوئر دیر اور باجوڑ کے تمام علاقوں کو یہ cover کر سکتی تھی۔ لوگوں کو ایک امید تھی کہ اس کے راستے میں جتنے بھی اضلاع آتے ہیں، سب ترقی کی راہ پر گامزن ہوں گے لیکن اس علاقے کے لوگ بہت مایوس ہو چکے ہیں۔ میرے خیال میں اگر اس منصوبے کو PSDP میں شامل کیا جائے تو عوام کے ساتھ آپ لوگوں کی بہت بڑی نیکی ہو گی۔

جناب چیئرمین! اب میں پاور سیکٹر کے متعلق بات کروں گا۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ خیبر پختونخوا میں آج کل سب سے بڑا مسئلہ بجلی کا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا صوبہ تقریباً 5,790 میگاواٹ بجلی پیدا کرتا ہے جو کہ پانی سے بنتی ہے۔ یہ سب سے سستی بجلی ہوتی ہے اور تمام اخراجات ملا کر میٹر تک جب پہنچتی ہے تو اس کی قیمت تقریباً دو روپے پچیس پیسے فی یونٹ ہوتی ہے۔ دوسری طرف ہمیں جو بل بھیجا جاتا ہے، اس میں ساٹھ روپے سے لے کر ستر روپے تک فی یونٹ ہم سے charge ہوتا ہے۔ مہربانی کر کے جس طرح دوسرے لوگوں کو ان کے وسائل کے اوپر relief دیا گیا ہے، اسی طرح خیبر پختونخوا کی بجلی پر بھی وہاں کے لوگوں کو relief دیا جائے۔ ٹھیک ہے، ہم مانتے ہیں کہ ساری بجلی national grid میں جاتی ہے اور پھر وہاں سے تقسیم ہوتی ہے لیکن جو بجلی کوئلے اور تیل سے بنتی ہے، اس سے یہ بہت سستی پڑتی ہے۔ مہربانی کر کے اس پر غور کریں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے تمام لوگ سڑکوں پر ہیں۔ ایسے علاقے بھی ہیں جہاں پر بیس سے بائیس گھنٹے کی لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں بلکہ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے بھی کہا ہے کہ لوڈ شیڈنگ کو کم از کم بارہ گھنٹے تک کر دو تو پھر بھی ہم راضی ہیں۔ لہٰذا، اگر بارہ گھنٹے پر بھی ہم سے کوئی اتفاق نہیں کرتا تو پھر تو یہ زیادتی ہے۔ دوسری بات، پاور سیکٹر کے لیے دس ارب اور اکتالیس کروڑ روپے کا بجٹ رکھا گیا ہے جس میں خیبر پختونخوا کے لیے کوئی بھی بڑی اسکیم نہیں رکھی گئی ہے جو دس ارب، اکتالیس کروڑ کا بجٹ رکھا گیا ہے، اس میں خیبر پختونخوا کے لیے کوئی بڑی اسکیم نہیں رکھی گئی۔ مہربانی کر کے اس میں خیبر پختونخوا کے عوام کے ساتھ زیادتی نہ کریں اور ان کے لیے کوئی بڑی اسکیم رکھی جائے۔

جناب والا! اب میں province and special area کی طرف آتا ہوں، اس میں 227 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ میں اس میں آپ کو بتاؤں کہ صوبہ جات اور گلگت بلتستان کے لیے تقریباً 227 ارب روپے رکھے گئے ہیں اور اس میں بھی خیبر پختونخوا کے لیے

کوئی نئی اسکیم نہیں رکھی گئی، خیبر پختونخوا کے لیے صرف 3 ارب روپے دیے گئے ہیں۔ اس لیے ان 227 ارب روپے میں 3 ارب روپے بہت کم ہیں اور اس میں پرانی اسکیمیں شامل ہو چکی ہیں نئی کوئی اسکیم شامل نہیں ہے، مہربانی کر کے اس کے اوپر بھی غور کیا جائے۔

جناب چیئرمین ! اگر میں تعلیم کی مد میں آتا ہوں، ہم کہتے ہیں کہ تعلیم حاصل کریں چاہے اس کے لیے تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے اور کہتے ہیں کہ :

پگھلنا علم کی خاطر مثالِ

شمع زیبا ہے بغیر اس کے نہیں

پہچان سکتے ہم خدا کیا ہے

اتنے ضروری کام کے لیے ہم نے کیا رکھا ہے؟ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ 67 ارب روپے رکھے گئے ہیں اور میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ خیبر پختونخوا میں زیادہ یونیورسٹیاں وائس چانسلرز کے بغیر چل رہی ہیں، یہ بھی ایک ظلم ہے کہ خیبر پختونخوا میں یونیورسٹیاں بغیر وائس چانسلر کے چل رہی ہیں، اس کے لیے بھی کوئی بندوبست ہونا چاہیے۔ صحت کی مد میں 27 ارب روپے رکھے گئے ہیں جو بہت کم ہیں، صحت ہماری اولین ترجیح ہونی چاہیے۔ جناب چیئرمین ! آپ نے سنا ہوگا کہ پراپرٹی ٹیکس جو بڑھایا گیا ہے، پراپرٹی ٹیکس تقریباً 15% فائلر پر اور 45% نان فائلر پر تو میرے خیال میں یہ بہت ظلم ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : شکریہ۔

سینیٹر ہدایت اللہ خان : میرے دو منٹ باقی ہیں۔ پراپرٹی والوں کو بتادیں کہ یہ کام ہی ختم کریں۔ جو لوگ سمجھتے تھے کہ ان کو پراپرٹی میں کچھ نہ کچھ کاروبار ملے گا اور پراپرٹی سے تعلق رکھنے والے لوگ ایسا نہیں کہ صرف پراپرٹی کے جاگیردار تھے، ان سے تعلق رکھنے والوں میں مزدور بھی تھے، اس میں کلرک بھی تھے، اس میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے، اس پر یہ ٹیکس لگایا گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ 'نہ ہوگا بانس اور نہ بجے گی بانسری' بانس اور بانسری سب کو ختم کریں۔ میرے خیال میں یہ ملک کے لیے بہت ضروری ہے کہ اس کے اوپر کم از کم 3% اور زیادہ سے زیادہ 9% ٹیکس لگا کر لوگوں کی تسلی کریں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس کی وجہ

سے revenue بڑھے گا، revenue نہیں بڑھے گا یہ تو بالکل ختم ہو جائے گا کیونکہ جو revenue ان کے ذریعے آتا ہے، وہ بھی لوگ بند کر دیں گے، نہ کوئی کچھ لے گا اور نہ دے گا تو revenue کہاں سے آئے گا؟ میری یہ عرض ہے، ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت اسحاق ڈار صاحب بھی بیٹھے ہیں اور باقی بھی ہیں، میرے خیال میں پراپرٹی کے مسئلہ کو اولین ترجیح سمجھ کر اس پر غور کیا جائے، اس پر کچھ نہ کچھ عوام کو ریلیف دیا جائے تاکہ یہ کام ختم نہ ہو کیونکہ اس کے ساتھ روزگار کے بہت مواقع ہیں جو کہ متاثر ہو جائیں گے اور اس سے tax کا ذریعہ بھی بند ہو جائے گا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ کوئی کچھ لے گا ہی نہیں۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: فیصل واوڈا صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں بجٹ کے حوالے سے یا کسی اور حوالے سے۔

Senator M. Fesal Vawda

سینیٹر ایم۔ فیصل واوڈا: بہت شکریہ۔ آپ کو دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے۔ میں بجٹ پر Finance Committee and House کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں اور محسن عزیز صاحب کا بھی میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہم نے ہمیشہ policies کی existence and continuation کی بات کی ہے۔ میری سابقہ پارٹی اور سابقہ حکومت کے دور میں ایک SRO نکالا گیا تھا، جس میں پی ٹی آئی کے محسن عزیز صاحب نے بھی اس کو endorse کیا اور میں ان کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے سچ کا ساتھ دیا۔ وہ SRO بعد میں نکلا اور اس کمپنی کو اربوں روپے کا فائدہ پہنچ گیا کہ وہ SRO گاڑیوں کی company کے متعلق specific تھا۔ میڈیا پر غلطی سے رپورٹ کیا گیا کہ شاید وہ میرا کاروبار ہے میں clarify کرنا چاہتا ہوں کہ وہ میرا کاروبار نہیں ہے میں تو حق پر کاروبار کو آگے بڑھانے کی بات کر رہا ہوں۔ اس وقت ایک SRO کے تحت ایک specific company کو specific specifications کے تحت اربوں روپے کا فائدہ پہنچایا گیا۔ SRO بعد میں نکلا اور imports پہلے ہو گئیں اس کا مطلب کہ مالک کو پتا تھا اس وقت میں نے وزیراعظم صاحب کی توجہ دلائی تو ان کو بھی یقیناً نہیں پتا تھا۔ آج ہم نے ایک اور چیز دیکھی کہ continuation of policies ہمارے ہاں موجود نہیں ہے۔ آج ہم hybrid cars کو دیکھ رہے تھے تو جب finding شروع کی گئی تو اس میں بہت عجیب چیز دیکھنے کو آئی کہ وزیراعظم شہباز شریف صاحب نے ایک policy دی، ایک policy وزیراعظم عمران خان صاحب نے دی، ایک policy کو شہباز شریف صاحب

نے پھر endorse کیا، اس policy کو bifurcate کر دیا گیا اور وہاں جو departments موجود نہیں تھے، ان پر ڈال دیا گیا۔ پہلے Minister for Industries کا نام آگیا کہ انہوں نے کیاہے، ان کے محکمے نے کہا کہ ہم نے نہیں کیا،Engineering Board نے کیاہے،Engineering Board کو بلایا تو انہوں نے کہا کہ FBR نے کیا ہے۔ ہوا کیا تھا کہ Schedule-VIII کے تحت Item No. 73 کو بغیر کسی کو بتائے omit کر دیا ہے اور ایک نیا surcharge لاگو کرکے، ایک policy کے تحت لاکھوں ڈالر کی investment کروا کر اس policy کو deviate کر دیا ہے، اس deviation کے بعد ایک مخصوص حصے کو اس کا فائدہ ہو گا جبکہ باقی لوگ سڑک پر آجائیں گے۔ جناب والا! جب ہم investment کی بات کر رہے ہیں، SIFC کے umbrella کے under میں یہ بات کر رہے ہیں اور investment بڑھانے کی بات کر رہے ہیں، ملک میں عام اور خاص آدمی کے لیے کام وکاروبار بڑھانے کی بات کر رہے ہیں۔ اگر policies and departments کا آپس میں alliance ہو گا اور اگر اس طرح سے چلیں گے تو پھر میرے، آپ اور پاکستانیوں سمیت سب ہی سڑک پر آجائیں گے۔

جناب والا! توجہ مبذول کروانے کی بات یہ ہے کہ جب یہ omit کیا گیا تو آج تک کسی کو پتا نہیں ہے۔ head should roll now. اسحاق ڈار صاحب کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم یہ چاہیں گے کہ وہ بھی اس معاملے کو دیکھیں اور اس میں جو افراد ملوث ہیں ان کی accountability ہو، انہیں سزا ملے کیونکہ یہ تو ایک ایسا کام ہو رہا ہے جس میں آپ ایک طبقے کو فائدہ دے رہے ہیں اور ایک طبقے کو نقصان میں لا رہے ہیں۔ وہ نقصان by and large پورے ملک کا ہے۔ اس میں یہ ہوا کہ آپ نے electric cars پر بھی duty impose کر دی، مشورہ یہ تھا کہ اگر electric cars بنیں گی تو ہم ان پر duties impose کر دیں گے۔ ابھی تک تو بننا دور دور تک نظر نہیں آرہا ہے لیکن ہم نے ان پر duty impose کر دی۔ جنہوں نے آج منگوا ئی ہے، انہیں سو روپے کی پڑی ہے، جن کی transit میں ہے، انہیں چار سو روپے کی پڑے گی تو وہ سڑک پر آجائیں گے، ہم کاروبار کو کیا support کر رہے ہیں۔؟ پہلی بات۔

جناب والا! دوسری بات یہ کہ یہاں cherry picking کی گئی ہے، یہاں Item No. 73 کو schedule سے ہٹا کر بغیر بتائے remove کر دیتے ہیں اور ان میں باقی ساری چیزیں stagnant رہتی ہیں،2016 to 2021 کی policy ٹھیک رہتی ہے اور 2021-2026 کی policy میں deviation آجاتی ہے۔ اگر deviation آ گئی اور اگر حکومتِ پاکستان کی بات کو conceal کر کے،اس کو agree کر کے اس پر بھروسہ نہیں کریں گے، یہ میں نہیں کہہ رہا یا کوئی عام آدمی نہیں کہہ رہا یہ حکومتِ پاکستان promise کر رہی ہے اور promise کرنے کے بعد اگر writing میں commitment دینے کے بعد bureaucracy change کر دیتی ہے تو پھر Upper House, Lower House, National Assembly, Senate, Prime Minister, Cabinet or Opposition کا اس چیز کے تحت کیا فائدہ ہے؟ اگر ہم اس میں چیزیں نہیں بچا پا رہے۔

جناب والا! ہم غریب، غریب کی بات کر رہے ہیں، اگر چھبیس لاکھ روپے کی 660cc car ایک غریب کے لیے ہے تو عام آدمی کہاں جائے گا، موٹر سائیکل والا سائیکل پر چلا جائے گا، گاڑی والا موٹر سائیکل پر آ جائے گا اور بڑی گاڑی والا 660cc پر آ جائے گا۔ اس لیے ہمیں consistency تو رکھنی ہے۔ اگر ہماری موجودگی میں سب کچھ، ہماری umbrella کے نیچے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ جب ہم نے تمام departments کو بلایا ہے تو سارے departments ایک دوسرے پر ڈال رہے ہیں، یعنی ابھی تک ہمیں یہ پتا ہی نہیں ہے کہ یہ policy change and shift کس مد میں ہوا، کس نے کیا، کیوں کیا؟ جناب والا! مجھے تو پتا ہے کیونکہ میں کاروباری آدمی ہوں، اس لیے مجھے پتا ہے کہ اس کے پیچھے کس نے کیا benefit لیا ہو گا۔ میں اسحاق ڈار صاحب کی موجودگی کا فائدہ اٹھا رہا ہوں، اگلی مرتبہ میں ان کی موجودگی کا فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے آپ کے سامنے رکھ دوں گا۔ اس لیے مجھے کوئی پریشانی یا ڈر نہیں ہے، جہاں اتنی لڑائیاں ہیں، وہاں ایک اور اچھی لڑائی لے لوں گا لیکن میرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم policies کو سنبھال نہیں سکتے تو پھر ہم ملک کو کس طرح آگے لے کر چلیں گے؟ اس میں جو deviation ہوئی ہے،وزیر کہہ رہا ہے کہ مجھے نہیں پتا،دوسرا وزیر کہہ رہا ہے مجھے نہیں پتا،سیکرٹریز کہہ رہے ہیں کہ ہمیں نہیں پتا، ایف بی آر کہہ رہی ہے کہ ہمیں نہیں پتا، Advisory Board کچھ اور کہہ رہا ہے،اس کو بھی نہیں پتا۔

جناب! اگر مجھے اور آپ کو تھوڑا بہت پتا چل جاتا ہے اور یہ تو ایک چیز ہم نکال کر لائے ہیں، ایسی کتنی چیزیں ہوں گی اور ہم آئی ایم ایف کا نام تو misuse نہ کریں مثلاً والد نے کہا کہ دو روٹی کھانے کا آئی ایم ایف نے کہا ہے، والد نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ کھانا کھانے کا آئی ایم ایف نے کہا ہے۔ یہ تو ہم بھی ڈرامے کرتے ہیں کہ چونکہ آئی ایم ایف نے کہا ہے۔آئی ایم ایف نے تو یہ شرط نہیں لگائی کہ آپ cherry pick کر لیں، پانچ چیزیں آپ کو allow کی گئیں، ان میں سے آپ ایک چیز اٹھا کر لے لیں، کیوں؟ کیونکہ ہمارا اس particular چیز میں revenue آ جائے گا، جس نے آپ کے کہنے پر، آپ کی commitment پر اربوں روپے کی یہاں investments کرنی ہے، وہ کیسے آ کر فیکٹریاں چلائے گا اور آگے کیسے چلے گا۔

ڈار صاحب! اس میں ہمیں آپ کی بہت زیادہ ضرورت پڑے گی۔ چیئرمین صاحب! اس میں آپ کو بھی ایک role play کرنا پڑے گا، House کو بھی role play کرنا پڑے گا۔ جب پی ٹی آئی اپوزیشن میں بیٹھ کر ایک جائز چیز کو support کر رہی ہے اور اپنی غلطی مان رہی ہے کہ ہمارے دور میں بھی SRO دے کر ایک مخصوص کمپنی کے ایک مخصوص مالک کو اربوں روپے کا فائدہ دیا گیا تھا۔ جب ہم اتنی clarity سے کام کر رہے ہیں اور ایک consensus سے پاکستان کو لے کر آگے بڑھ رہے ہیں تو جناب! اس میں بھی دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ہر چیز پر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں آئی ایم ایف نے کہا ہے۔آئی ایم ایف نے جو کی ہے، مجبوری ہے ٹھیک ہے کچھ کی ہے۔ کچھ چیزیں تو آئی ایم ایف نے نہیں کیں، آئی ایم ایف نے نہیں کہا کہ دس چیزوں میں ایک چیز تو آپ کر دیں اور نو پر نہ کریں۔ وہ تو unified ہے، اگر آپ نے کرنا ہے تو uniformed طریقے سے سب پر کر دیں یا سب پر نہ کریں۔ یہ پالیسیوں کی جو deviation ہے، اس کو دیکھنا اور address کرنا بہت ضروری ہے۔ جناب! آپ کا بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ، واوڈا صاحب۔ جی محسن عزیز صاحب۔

Point of clarification raised by Senator Mohsin Aziz

سینیٹر محسن عزیز: واوڈا صاحب ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے میرا نام لے کر Finance Committee میں جو ہماری بات ہوئی ہے، اسے مجھ سے منسوب کیا لیکن انہوں نے آدھا سچ اور آدھا غلط بولا ہے۔ جو SRO کی بات کر رہے ہیں کہ SRO بعد میں آیا اور ایک مخصوص گروپ نے گاڑیاں پہلے منگوا لیں، میں اس کا privy نہیں ہوں۔ یہ

ماشاءاللہ اس وقت کابینہ کے ممبر تھے، ان کے پاس access تھی، میرے پاس نہیں تھی۔ مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں ہے اور نہ میں اس بات کو جانتا ہوں۔ مجھ سے اس بات کو منسوب نہ کیا جائے۔ میں نے یہ نہیں کہا۔ میں نے جو کہا ہے، اس کو own کرتا ہوں اور جو میں نے کہا ہے وہ یہ کہا ہے کہ ہاں ایسا ایک گروپ تھا اور ہے جس نے گاڑیاں under invoicing پر منگوائی تھیں اور وہ کیس پبلک اکاؤنٹس کمیٹی میں آیا تھا، میں بھی اس کا ممبر تھا۔ سلیم مانڈوی والا صاحب کو Sub-Committee کا چیئرمین بنایا گیا اور وہ کیس اس میں probe ہوا۔ میں تو اس probe کو آگے لے جانا چاہتا تھا۔ یہ تو آج کی حکومت یا PDM کی حکومت تھی، وہ معلوم کرتے کہ یہ کیا ہوا، کیسے ہوا۔ اس کا الزام پی ٹی آئی پر نہ لگائیں کہ پی ٹی آئی نے ایک مخصوص گروپ کو فائدہ دینے کے لیے یہ کیا۔ وہ ایک individual شخص یا individual company ہے، اس کمپنی نے اگر کچھ غلط کیا ہے تو پی ٹی آئی کی حکومت تو ساڑھے تین سال رہی، اس کے بعد بھی ساڑے تین سال گزر گئے ہیں، اس کمپنی کے خلاف کیوں کوئی action نہیں لیا گیا؟ اس کا جواب دینے کے لیے تو کوئی اور ہے۔ اس کو پی ٹی آئی سے منسوب نہ کیا جائے۔ البتہ یہ میں ضرور وہاں کہتا ہوں اور آج بھی برملا کہتا ہوں کہ جب آپ غریب کے لیے چینی پر ٹیکس لگاتے ہیں، پٹرولیم پر ٹیکس لگاتے ہیں، دالوں پر ٹیکس لگاتے ہیں، اس کی بجلی، گیس، ہر چیز مہنگی کرتے ہیں تو گاڑی کو مہنگے ہونے میں کیا ہے؟ ہم electric گاڑی کے لیے لڑ رہے ہیں، یہ ہم کیا بات کر رہے ہیں؟

ہر ایک کی اپنی سوچ ہے، میری سوچ یہ ہے کہ ایک ڈھکوسلا بنا ہوا ہے کہ foreign investment کریں۔ Foreign investment کس چیز میں کریں؟ Foreign investment یہ ہے کہ ہم گاڑیاں assemble کر رہے ہیں؟ اگر assemble کر رہے ہیں تو میں وہ الفاظ استعمال نہیں کرنا چاہتا لیکن شرم کا مقام ہے کہ چالیس سال سے ہم صرف assemble کر رہے ہیں اور manufacturing میں ہم نہ آئیں۔ جو completely built unit ہے اور CKD جس کو knockdown form کہتے ہیں، اس پر already ان کو 50% کا incentive مل رہا ہے، اس کے باوجود خوش نہیں ہوتے تو میرا خیال ہے کہ یہ امیر کی جگہ نہیں ہے، ہم تمام sectors کو represent کرتے ہیں، ہمیں غریب کو زیادہ represent کرنا چاہیے۔

بہر حال میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ جو مجھ سے منسوب کیا ہے، یہ انہوں نے غلط بیانی کی ہے۔ میں نے یہ ضرور کہا ہے اور برملا کہتا ہوں کہ اگر under invoicing ہوئی تھی، باقی SRO کب issue ہوا، کس طرح سے ہوا؟ اس طرح کے لوگ، ہمارے بھائی وہاں موجود تھے۔ اب وہاں پر موجود نہیں ہیں۔ میں اس وقت نہیں تھا۔ ان کو آج دیکھنا چاہیے کہ اُس وقت کیسے ہوا تھا۔ انہوں نے کیوں احتجاج نہیں کیا, and at the same time جب اس پر probe ہوا ہے تو probe کو کیوں cancel کر دیا گیا؟ اس کو کیوں آگے نہیں کرنے دیا گیا؟ میں ابھی بھی اس کے حق میں ہوں، بالکل probe کرائیں، کرنا چاہیے، پاکستان ہمارا ملک ہے۔ ہمیں اسمگلروں، مافیا اور ہر قسم کے رشوت خوروں سے ملک کو بچانا چاہیے۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی سینیٹر فیصل واوڈا صاحب۔

سینیٹر ایم۔ فیصل واوڈا: بہت شکریہ، جناب چیئرمین! سینیٹر محسن عزیز صاحب میرے لیے قابل عزت ہیں، میرے خیال میں میری اردو اتنی clear نہیں ہے، ان کو لگتا ہے کہ میں French میں بات کر رہا تھا لیکن میں نے بات وہی کی ہے جو محسن عزیز صاحب نے کی لیکن محسن عزیز صاحب جو بات یہاں کر رہے ہیں، وہاں یہ بات نہیں کی تھی۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ جی۔

سینیٹر ایم۔ فیصل واوڈا: وہاں پر انہوں نے سچ کا ساتھ دیا، میں نے وہاں بھی ان کا شکریہ ادا کیا۔ پی ٹی آئی کے حوالے سے میں نے یہاں بھی clear کیا کہ وزیر اعظم کو یقینی طور پر معلوم نہیں تھا۔ میں نے کابینہ میں بات اُٹھائی تھی اور ایک کمپنی کے ایک مخصوص آدمی کو پی ٹی آئی نے SRO دے کر اربوں روپے کا فائدہ کرایا۔ محسن عزیز صاحب نے کہا کہ under invoicing ہوئی تھی تو میرا بھی مدعا وہی ہے۔ میں نے تو کوئی غلط بیانی کی اور نہ میں نے غلط الزام لگایا، نہ مجھے اس کا کوئی benefit ہونا ہے اور نہ یہ کوئی point scoring ہے۔ اگر اس وقت ہم نے غلط کیا تھا یا آج کریں گے، ہم ان کو بتائیں گے چیئرمین صاحب۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ، واوڈا صاحب۔ جی پارلیمانی لیڈر بی اے پی، سینیٹر منظور کاکڑ صاحب۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں، لسٹ میں پہلے ان کی باری ہے، ان کے بعد آپ کو وقت دیں گے۔ میرے پاس لکھا ہوا ہے۔ جی منظور صاحب۔ ڈاکٹر صاحبہ آپ کا نام ابھی ابھی میرے پاس آیا ہے۔۔۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں، ڈاکٹر صاحبہ، آپ کا نام میرے پاس لسٹ میں نہیں تھا، ابھی آپ کا نام آیا ہے، ان کے بعد آپ کو وقت دیں گے۔ شکریہ۔ جی منظور صاحب۔

Senator Manzoor Ahmed

سینیٹر منظور احمد: شکریہ، جناب چیئرمین! عمر فاروق صاحب کے والد نواب ظاہر خان کاسی صاحب انتقال کر گئے ہیں، اللہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر دے۔ جناب چیئرمین! وہ ایک اچھی اور ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔ نواب ظاہر کاسی صاحب، جنہوں نے بلوچستان کی خدمت کی، اے این پی سے ان کی affiliation تھی۔ وہ قبائلی شخصیت بھی تھے۔ وہ بلوچستان کے لیے ایک asset تھے، اس asset سے ہم محروم ہو چکے ہیں۔

جناب چیئرمین! یہاں پر دوستوں نے بجٹ پر بہت تفصیلاً بات کی، میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ 75 سال سے یہی دستور، یہی آئین، یہی پالیمان، یہی بجٹ کا سلسلہ چلا آ رہا ہے، کوئی حکومت یہ نہیں چاہتی کہ وہ عوام کو تکلیف دے، مشکلات پیدا کرے لیکن حالات، تقاضے ایسے ہیں کہ اگر ہم 60 ,50 سال پیچھے چلے جائیں تو یہی سلسلہ جاری ہے۔ بجٹ میں اچھی تجاویز بھی ہیں، ہو سکتا ہے کچھ ایسی تجاویز بھی ہوں جو عوام کے لیے مشکلات کا سبب بنیں۔ ایسی تجاویز بھی ہیں کہ عوام کو زیادہ facilitate کریں۔

جناب چیئرمین! جب بھی بجٹ آتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس پر تنقید لازمی ہوتی ہے۔ تعمیری تنقید ایک خوبصورتی بھی پیدا کرتی ہے اور شاید اس سے کوئی درستی ہو عوام، ملک، معیشت اور ترقی کے لیے۔ اس ایوان میں بجٹ کے حوالے سے جو چیزیں discuss ہوئی ہیں یا ہو رہی ہیں، اس پر ہم نے سوچنا اور فکر بھی کرنا ہوگی۔ جو سب سے اہم بات ہے اور میں نے ہمیشہ اس ایوان کے floor پر رکھی ہے کہ ہمیں پچیس کروڑ عوام کے لیے اور غریبوں کے لیے کچھ کرنا ہوگا۔ یہاں پر تنقید برائے تنقید کی جاتی ہے۔ میرے خیال سے ہم ایک اچھا message نہیں دے رہے ہیں، یہاں سے اچھی تجاویز آنی چاہییں، اچھے مشورے آنے چاہییں جو بہتری لا سکیں اور اس بجٹ میں جو کمی ہے ہم اس کو بہتر بنا سکیں۔ چند چیزیں ہیں ابھی

جو Finance Committee کا ذکر ہوا، میں اس کا بھی ممبر ہوں، اس میں ہم نے بہت چیزیں discuss کی ہیں۔ ہم نے تنخواہیں بڑھائی ہیں، بالکل بڑھائی ہیں، بہت اچھا کام ہوا ہے لیکن تنخواہیں بڑھانے کے ساتھ ساتھ ہم تنخواہوں میں کٹوتی بھی زیادہ کر رہے ہیں اور جو تنخواہ دار طبقہ ہے، وہ اس ملک کو جو tax دے رہا ہے، 375 میں اگر آپ 75 ارب روپے اور ڈالیں، وہ 400 سے اوپر جاتا ہے، جو وہ tax کی مد میں دیتے ہیں۔

جناب چیئرمین! ملک کو چلانے کے لیے، ملک کو ترقی دینے کے لیے ہم tax پر depend کرتے ہیں یہ صرف پاکستان میں نہیں ہے، یہ system پوری دنیا میں چل رہا ہے۔ ہم تو حوالے دے دیتے ہیں کبھی انڈیا کا حوالہ دیتے ہیں، کبھی یورپ کا حوالہ دیتے ہیں اور کبھی امریکہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ ہم نے اس ملک کے ساتھ جو کیا ہے اس کو پھر ہمیں بھی دیکھنا اور سوچنا چاہیے۔ اس ملک میں کیا نہیں ہے؟ اس ملک نے ہمیں کیا نہیں دیا؟ اس ملک نے ہمیں بہت کچھ دیا ہے، ہمارے پاس کیا نہیں؟ لیکن اگر ہے تو ہمارے پاس نیت ہی نہیں ہے کہ ہم اس ملک کو آگے لیکر جائیں اور اس ملک کو ترقی دے پائیں۔ صرف ہماری اپنی نیت ہے، میں صرف اپنے آپ سے شروع کرتا ہوں۔ ہمارے سامنے جو چیزیں چل رہی ہیں وہ کسی سے بھی ڈھکی چھپی نہیں ہیں، آپ exporters کو اٹھالیں، 28 ارب ڈالر کا profit ہوا ہے اور جو tax دے رہے ہیں وہ 75 لاکھ روپے tax دے رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! ہم یہاں پر اب غریبوں کے حوالے سے tax کی بات کرتے ہیں، ہمارے جو shopkeepers ہیں، ان پر ہم نے ابھی تک tax صحیح نہیں لگایا۔ ہم اسی لیے filer and non-filer پر پھنسے ہوئے ہیں، ہم اس کی طرف گئے ہی نہیں ہیں۔ ان سے جو tax collection ہوتی ہے وہ پورے ملک سے پانچ ارب روپے کا tax collect ہوتا ہے جبکہ یہ بہت بڑی industry ہے اور profitable ہے۔ اگر سرکاری ملازمین کا 450 ارب روپے کا tax آرہا ہے تو پھر اگر ہم اس پر صحیح طریقے سے tax لگالیں تو ہم اپنے tax کو increase کر سکتے ہیں۔ IMF کی جو شرائط ہیں، ہر کوئی کہتا تھا کہ ہم IMF کی طرف نہیں جائیں گے لیکن وہ ہماری مجبوری بن چکی ہے، ہم نے تو ہمیشہ IMF کے پاس ہی جانا ہوگا کیوں کہ ہم نے اپنی بنیادیں خود کھوکھلی کی ہیں۔ ہماری جو industries ہیں ہم نے ان کو خود تباہی پر لاکر کھڑا کردیا ہے۔ جب آپ کی industries نہیں ہوں گی، جب آپ کے ادارے collapse ہوں گے تو پھر یہی ہوگا کہ ہم دوسرے ملکوں کی طرف دیکھیں گے کہ ہمارے لیے

کچھ کریں۔ ہم کشکول لیکر جائیں گے اور اللہ کرے کہ کشکول سے ہمیں جلد چھٹکارا مل سکے، اس پچیس کروڑ عوام کو کشکول سے چھٹکارا مل سکے۔

جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ساتھ اگر میں بجلی یا healthپر بات کرلوں یا میں educationپر بات کروں۔ جناب چیئرمین! Health and Educationہمارے بنیادی ستون ہیں لیکن ان کے لیے ہم نے کتنا tax رکھا ہے؟ ہمارے سامنے ہے۔اب اگر educationپر 90,95ارب روپے پر چلے جاتے ہیں، اگر ہم educationکے لیے بجٹ رکھتے ہیں تو ہم اپنے بچوں کو کیا تعلیم دے سکیں گے؟ ہم ان کو کیا بہتر مستقبل دے سکیں گے؟ ہم کیسے ان کو اچھے مستقبل سے ہم کنار کر سکیں گے؟ اگر اس کے ساتھ میں healthکی بات کروں جو ایک ضرورت ہے، ہر انسان کی ضرورت ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے لیکن یہاں پر ہم صرف تنقید برائے تنقید کرلیتے ہیں لیکن آئیں مل کر ہم ان چیزوں پر غور کریں، ان چیزوں پر بیٹھ کر سر جوڑ کر اس ملک کو مشکلات سے نکالیں، اس کی معیشت کو مضبوط کریں، مستحکم کریں اور جو ہمارے پچیس کروڑ عوام اس ایوانوں کو دیکھ رہے ہیں، ان کے لیے کچھ کر سکیں۔

جناب چیئرمین! یہاں پر 660cc چھوٹی سی گاڑی ہے، وہ اس وقت مارکیٹ میں اٹھائیس سے تیس لاکھ روپے تک مل رہی ہے۔ فیصل واوڈا صاحب نے جو بات کی، ایک عام غریب آدمی کیا اس تیس لاکھ کی گاڑی کو afford کر سکتا ہے؟ میرے خیال سے نہیں کر سکتا۔ ہم سب اس پر آکر بیٹھیں اور debateکریں اور بات کریں کہ ہم اپنے عوام کو کیسے relief دے سکتے ہیں۔ یہاں پر اگر میں پیٹرول، گیس اور بجلی کی بات کروں آئے دن اس کے rates بڑھ رہے ہیں اور بجلی ملک میں ہے ہی نہیں۔ اگر میں بلوچستان، سندھ، خیبر پختونخوا یا میں پنجاب کی بات کروں یہاں پر دوستوں نے بات کی ہے کہ بیس بیس گھنٹے بجلی نہیں ہے اور یہ حقیقت بھی ہے۔ اگر میں بلوچستان کی بات کروں، بلوچستان میں دو بار جو سیلاب آیا تھا، سندھ میں بھی آیا تھا، پنجاب میں بھی آیا تھا اور خیبر پختونخوا میں بھی آیا تھا۔ سیلاب سے جو نقصانات ہوئے ہیں، زرعی صوبہ ہے، livestockکا صوبہ ہے اور وہاں پر ہمارا دارومدار agriculture and livestockپر ہے۔ اس وقت بلوچستان میں fruitکا seasonہے لیکن آپ جا کر دیکھیں ان کسانوں کا حال کیا ہے؟ وہاں پر اگر آپ 24 گھنٹوں میں سے 19 گھنٹے بجلی نہ دیں، پہلے سیلاب سے جو تباہی تھی اب جو کچھ بھی کسر رہ گئی ہے وہ ہم

پوری کر رہے ہیں۔ جب بجلی کے بل کا وقت آ جاتا ہے تو ہم لاکھوں روپے کا بل بھجوا دیتے ہیں یہ میں نہیں کہتا یہ محسن نقوی صاحب کہتے ہیں کہ 83 کروڑ یونٹ کی جو over billing ہوتی ہے، میں نے تو یہ بات نہیں کی یہ بات وزیر صاحب کہہ رہے تھے۔ اب وہاں پر جو چیزیں ہیں وہ وہاں پر تو complete نہیں ہوتیں اور نہ ہی اس کو روک سکتے ہیں لیکن اس وقت بلوچستان میں، یا سندھ میں، یا خیبر پختونخوا میں جو زراعت پر بوجھ ڈالا گیا ہے، ہمیں اس وقت اس پر بات کرنی ہے۔ اس وقت جو season ہے وہاں پر پانی کی ضرورت ہے اور جب بجلی ہو گی تو پانی آئے گا۔ Billing کے حوالے سے لوگ اس وقت جو وہاں پر اذیت اور پریشانی میں ہیں یہ ہماری سوچ ہے۔ جناب چیئرمین! غریب جائے تو کس کے پاس جائے، وہ جائیں تو کس کا دروازہ کھٹکھٹائیں، وہ انہیں ایوانوں کے دروازے کھٹکھٹائیں گے۔ وہاں پر جو MNA ہوگا، یا MPA ہوگا یا وہاں پر جو اقتدار میں ہوں گے ان کے دروازے کھٹکھٹائیں گے لیکن اگر وہاں سے ان کو رسائی نہیں ملے گی تو وہ کہاں جائیں گے؟ بجلی grid stations میں ہے لیکن کیوں نہیں ان تک پہنچائی جا رہی؟ یہ اللہ تعالیٰ کو پتا ہے ایسا کیوں ہو رہا ہے، اگر یہ حالات چلتے رہے، یہ سلسلہ چلتا رہا تو میرے خیال سے یہ ہمارے لیے ٹھیک نہیں ہوگا۔ یہاں پر بلوچستان، سندھ، خیبر پختونخوا اور پنجاب کا بار بار ذکر کرتے ہیں۔ اب اگر بجلی ہم ان کو نہیں دے پا رہے ہیں تو پھر عوام ہم سے کیا توقع کرے گی؟ Youth کے لیے، ہمارے بچوں کے لیے اور ہمارے جوانوں کے لیے ہم نے اس بجٹ میں کیا رکھا ہے؟ ہمارا جو مستقبل ہے جس پر ہم depend کرتے ہیں۔ دنیا اپنی youth پر depend کرتی ہے، ہمارے پاس youth 66% ہے اور ہمارے پاس ایسا talent ہے جس پر میں فخر کرتا ہوں کہ شاید ایسا نہ ہو لیکن ہم نے اپنی youth کو اپنے talent کو ذہنی بیمار بنا دیا ہے۔ ہم ان کے لیے کچھ بھی نہیں کر پا رہے ہیں ہم یہاں پر اپنی لڑائی میں لگے ہوئے ہیں، یہاں پر میں اپنے points scoring پر لگا ہوا ہوں، جب تک میں اپنے points scoring نہیں کروں گا تو میں اپنے بڑے کو کیا دکھاؤں گا کہ میں نے سینیٹ میں اور قومی اسمبلی میں آج یہ باتیں کی ہیں۔ اس مسئلے پر آ کر ہمارے ساتھ بات کر لیں، اس مسئلے پر debate کر لیں۔

جناب چیئرمین! آپ حج کے حوالے سے دیکھیں۔ اگر میں پھر باہر ملک کا حوالہ دوں گا تو مجھے اچھا نہیں لگے گا، مجھے پھر اس چیز کو ٹھیک کرنا ہوگا، باقی ملکوں میں چھ لاکھ، سات لاکھ، پانچ لاکھ اور آٹھ لاکھ روپے میں حاجی حج کے لیے جا سکتے ہیں لیکن ہمارے لیے 12 سے 13 لاکھ

روپے ہیں۔ حج ایک فریضہ ہے اور ہر مسلمان کو جانا ہے لیکن ہم ان کے لیے اتنی مشکلات پیدا کر رہے ہیں کہ ہم وہاں پر بھی ان کو روک رہے ہیں کہ ہم وہاں پر نہ جائیں۔

جناب چیئرمین! اب اگر پیٹرول کی بات کرتے ہیں، مجھے دوبارہ جو سننے میں آیا ہے جو levy ہے وہ 60 سے 80 روپے کی طرف جا رہی ہے تو آئیں ہم ایسا کام کریں، ہم ایسی تجاویز دیں، ہم ایسی چیزیں رکھیں جس میں ہم ملک کو آگے لیکر جائیں، ترقی دیں اور معیشت کو مستحکم کر سکیں۔ اس وقت حکومت کی جو team بیٹھی ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انہوں نے دن رات ایک کی ہے۔ انہوں نے بہت کوشش کی ہے کہ عوام کو facilitate کریں لیکن میں پھر کہوں گا کہ ایسی مشکلات اور حالات ہیں کہ وہ کوشش تو کر رہے ہیں لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہو رہے ہیں کیونکہ جو پچاس سال کا پلندا ہمارے اوپر پڑا ہوا ہے تو اس کے مد نظر ہمیں اپنا بجٹ بنانا ہوگا۔ ہم نے اپنے ہر بچے کو ڈھائی سے تین لاکھ مقروض کیا ہوا ہے چاہے وہ بچہ اس دنیا میں آنکھ نہ بھی کھولے تب بھی وہ مقروض ہے۔ اس کے ذمہ داران کون ہے؟ اس کے ذمہ دار ہم، آپ اور سب ہیں۔

ان چالیس سالوں میں ہم کوئی long-term policy بنا لیتے تو شاید آج ہم ان مشکلات سے دوچار نہ ہوتے۔ ہم نے ہمیشہ short-term policy پر یقین رکھا ہے اور short-term policy کو ہم نے آگے کھینچا ہے۔ جناب چیئرمین! تو پھر ہمارے یہی حالات ہوں گے جو ہم آج یہاں چلا رہے ہیں۔ اگر ہم long-term policy دے دیتے تو شاید آج ہم جن باقی ملکوں کی بات کرتے ہیں، ہم بھی ان کی category میں آ جاتے۔ ہمارے پاس ابھی بھی وقت ہے۔ ابھی بھی ہم مل کر، تنقید کے بجائے، آ کر سر جوڑ کر بیٹھ جائیں تو ہم اس ملک کے لیے، عوام کے لیے، ان پچیس کروڑ لوگوں کے لیے کچھ کر سکیں گے، جس سے معیشت مضبوط ہوگی، پاکستان مستحکم ہوگا اور یہ system آگے چلے گا۔

جناب چیئرمین! دل تو کرتا ہے کہ اور باتیں بھی کر لوں لیکن وقت کی کمی ہے۔ میں اس government کو ان مشکل حالات میں 25-2024 کا بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ میں یہ کہوں گا کہ ہر ایک کی اپنی سوچ، اپنا نظریہ اور اپنی فکر ہے، لیکن میرے خیال میں انہوں نے ان مشکل حالات میں ایک دوست بجٹ پیش کیا ہے۔ اس وقت جو حالات چل رہے ہیں اور جو system چل رہا ہے، اس ملک کو ہم نے ان مشکلات سے قربانیاں دے

کر نکالنا ہوگا۔ ان شاء اللہ ملک ترقی بھی کرے گا اگر ہم نیت کرلیں اور سر جوڑ کر بیٹھ جائیں۔ آپ کا بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بہت شکریہ منظور صاحب۔ سینیٹر پونجو بھیل صاحب۔

Senator Poonjo

سینیٹر پونجو: بہت شکریہ جناب چیئرمین۔ آج مجھے بجٹ پر بات کرنے کا موقع ملا ہے تو میں بجٹ کے حوالے سے چند تجاویز آپ کے سامنے گوش گزار کروں گا۔ انیس کھرب کا یہ جو بجٹ پیش ہوا ہے اس میں سے کتنا ہم نے IMF سے قرضہ لیا ہے جو ہم نے ادا کرنا ہے۔ اس کے بعد وہ تمام چیزیں جس سے پاکستان کی بہتری ہو، ان کو مد نظر رکھتے ہوئے جو بجٹ بنایا گیا ہے اس میں کافی چیزیں ایسی ہیں کہ جن کو بہتر طریقے سے عوامی رائے بنا کر اگر یہ بجٹ پیش کیا جاتا تو یہ لوگ اس کو عوامی بجٹ کا mandate بھی دے دیتے۔

جناب، یہ جو بجٹ پیش کر کے ہم سے کہہ رہے ہیں کہ پاکستان کو مہنگائی اور دیگر مشکلات کا سامنا ہے، وہ ہم سب سمجھ رہے ہیں۔ جن حالات سے پاکستان گزر رہا ہے وہ بہت پیچیدہ ہیں لیکن اس کے حوالے سے ہمیں اپنے اخراجات کم کرنے چاہیں۔ ہم جو اپنے اخراجات بڑھاتے جا رہے ہیں تو یہ سلسلہ آگے چل کر مزید مہنگائی کا طوفان لائے گا۔

پاکستان میں سب سے زیادہ revenue صوبہ سندھ دیتا ہے۔ صوبہ سندھ 70 % revenue پاکستان کو دیتا ہے، سوئی گیس وہاں سے نکلتی ہے، تھر کول وہاں ہے اور اس جدید دور میں تھرپارکر سے 2800 Mega Watt بجلی national grid کو صوبہ سندھ دے رہا ہے۔ اگر ہم دیکھیں تو بجلی کی سب سے زیادہ load shedding صوبہ سندھ میں ہے اور وہ علاقے جہاں زیادہ بجلی پیدا ہو رہی ہے تو انہی علاقوں کے لوگ آج گیس سے بھی محروم ہیں۔ پاکستان کے آئین کے Article-158 کے تحت یہ priorities دی گئی ہیں کہ جس صوبے سے گیس نکلتی ہو تو اس صوبے کو priority پر گیس دی جائے۔ لیکن ہمارے صوبہ سندھ کے دو اضلاع ایسے بھی ہیں، جن میں ایک تھرپارکر اور دوسرا عمرکوٹ، ان دونوں اضلاع میں گیس نہیں ہے جب کہ ہم وہاں power بھی generate کر کے دے رہے ہیں اور وہاں تھر میں gasification کا plant بھی لگنے جا رہا ہے لیکن ان علاقوں میں ابھی تک گیس نہیں مہیا کی گئی۔

چیئرمین صاحب، اس وقت جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں اس سے ایسا لگتا ہے کہ ہم پاکستان میں governmentکو بہتر طریقے سے نہیں چلا پا رہے ہیں۔ ہم صرف tax بڑھا رہے ہیں۔ ہم نے تو ابھی یہ طے کیا کہ جب شہید ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے پاکستان کا آئین دیا تھا اور جب انہوں نے governmentچلائی تھی تو انہوں نے کہا تھا کہ ریاست کو ماں کی طرح ہونا چاہیے۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہمارے منشور میں socialism ہماری معیشت ہے۔ یہ ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے کہا تھا کہ socialism ہماری معیشت ہے اور یہ ان کا نعرہ تھا۔ اس کی بنیاد پر انہوں نے نجی اداروں کو قومی دھارے میں شامل کرکے ان کو national ادارے بنائے لیکن آج ہم کیا کرنے جا رہے ہیں کہ بد قسمتی سے ہم اپنے nationalاداروں کو privateکرکے بیچنے جا رہے ہیں۔

جناب، یہ آپ کے سامنے ہے کہ ہم PIA کو بیچنے کے لئے bids لے رہے ہیں اور اس بجٹ میں ایک واضح موقف اختیار کیا ہے کہ جلد از جلد ہم اپنے تمام airports sell کر دیں گے۔ جناب چیئرمین، ہمیں اپنے اخراجات کم کرنے چاہیں۔ سندھ revenueکے حساب سے ایک بڑا صوبہ اور ایک agricultural صوبہ بھی ہے۔ ہمارے صوبے کے کاشتکاروں کو اجناس کے مناسب بھاؤ نہیں دیے جاتے۔ جب وہ ٹماٹر لگاتے ہیں تو اس کا بھاؤ گر جاتا ہے۔ جب پیاز بوتے ہیں تو اس کا بھاؤ گر جاتا ہے اور جب وہ گندم اگاتے ہیں تو ہم باہر سے گندم منگوا کر ان کے بھاؤ کو گرا دیتے ہیں۔ چیئرمین صاحب، یہ تو ہماری غلطیاں ہیں۔ کیا اس سلسلے میں بھی ہمارا IMFسے کوئی agreementہے کہ ہم تمام چیزیں بشمول کنگی کو بھی مہنگا کریں گے۔

ہم غریب کی غربت کو ایسے ختم کریں گے کہ taxesکی اتنی بھرمار لگا رکھی ہے جس سے غریب کا جینا محال ہو گیا ہے اور انہیں دو وقت کا نوالہ میسر نہیں۔ جن علاقوں میں ہم رہتے ہیں آپ وہاں دیکھیں کہ لوگ کیسے غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں اور ان علاقوں میں یہ positionہے کہ وہ لوگ بہت پریشان ہیں۔ جناب، آپ کو ان چیزوں کو بہتر طریقے سے بنانا ہوگا اور اس کے لیے آپ کو دیکھنا ہوگا کہ جس طریقے سے اس governmentنے اس بجٹ میں non-filerپر tax لگانے کا فیصلہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو non-filer ہے، اس لیے یہ mobileکی sim بھی purchaseنہیں کر سکتا۔ وہ کسان جو گاؤں میں رہتا ہے، میں آپ کو بتاتا چلوں کہ ہمارے علاقوں میں ابھی بھی ایسے لوگ رہ رہے ہیں جنہوں

نے ابھی تک ٹرین نہیں دیکھی کیونکہ وہ کبھی train route پر آئے ہی نہیں۔ اگر ان علاقوں کے ایسے لوگ جب یاترا پر جائیں گے یا جب وہ حج کرنے جائیں گے تو جو filer نہیں ہوگا وہ نہیں جا سکے گا۔

جناب، آپ سرمایہ دار اور اشرافیہ پر tax بڑھائیں۔ اس کے لئے tax کا بندوبست کریں کہ کس طریقے سے tax کی رائے عامہ بنی چاہیے لیکن غریب پر اتنے زیادہ taxes کی بھرمار کو کم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہم کہہ رہے ہیں کہ ہمارے اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ تو مہربانی کریں کہ جب ہم سب یہ بات مان رہے ہیں کہ ہمارے پاس وسائل کم ہیں تو ہمارے ایسے بہت سارے departments جن کی 18th amendment کے بعد devolution ہو چکی ہے، وہ 18th amendment جو جناب آصف علی زرداری صاحب لائے تھے، تو جب طے ہو چکا ہے تو آپ ایسے departments کو ختم کریں، انہیں devolve کریں اور ان کو صوبائی حکومتوں کے حوالے کریں تاکہ اس سے آپ کے 327 ارب روپے بچ سکیں گے اور اس رقم کو آپ بہتر جگہ پر utilize کر سکیں۔

جناب، اتنی ساری governments آئیں، Article-160 جو ہے وہ ہمارے National Finance Commission کا ہے، اس National Finance Commission کو ہر پانچ سال بعد آنا چاہیے لیکن جناب، 2010 میں جب آصف علی زرداری صاحب جب پاکستان کی صدر تھے، یوسف رضا گیلانی صاحب پاکستان کی Prime Minister تھے، تب وہی NFC آیا اور اس کے بعد کوئی NFC نہیں آیا اور نہ اس سے پہلے کوئی NFC آسکا۔ مشرف صاحب یہاں آمر بن کر بیٹھے رہے۔ وہ اپنے بارہ سال کے اقتدار میں کوئی NFC award نہیں لاسکے۔ جناب ان تمام چیزوں کو ہم نے cold storage میں رکھا ہوا ہے کہ جس میں ہم بہتر طریقے سے اپنی government کو بہتر طریقے سے رائے عامہ بنا کر پاکستان کو مضبوط کر سکتے ہیں۔

جناب، آج میں اپنے علاقے کے حوالے سے کچھ چیزوں کا یہاں ذکر کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔ میرا تعلق minority community سے ہے اور میں Sindh minority کی reserve seat پر سینیٹر منتخب ہوا ہوں۔ جناب، جو بجٹ یہاں ہمارے پاس رکھا ہوا ہے، ابھی تو ہمارے منسٹر صاحب یہاں نہیں ہیں لیکن finance department کے دوست

یہاں note کر رہے ہوں گے کہ جو minority ministry ہے، آپ کہتے ہیں کہ 18^{th} amendment کے بعد ہمارے subjects صوبائی بن گئے ہیں، تو بہت سارے صوبائی Subjects پر آپ نے اس بجٹ میں پیسے رکھے ہیں۔ میں دیکھ رہا تھا کہ minorities پر، جن کے لیے آپ نے last year دس کروڑ روپے مختص کیے تھے، اس سال آپ نے ان کے لیے کوئی بھی پیسا مختص نہیں کیا ہے جبکہ آپ کے تمام صوبوں کی minorities سے 10 MNAs اور 4 Senators یہاں elect ہو کر آئے ہیں۔ جناب، آپ کو ان ممبران کو بھی اس رائے میں شامل کرنا چاہیے اور ان لوگوں کو بھولنا نہیں چاہیے۔ ہمارا پورا ملک وسائل سے مالا مال ہے، ہمارے زراعت والے صوبے ہیں اور ہم tourism کو فروغ دے سکتے ہیں۔ پنجاب کتنا خوبصورت ہے، سندھ کتنا خوبصورت ہے اور ہم نے tourism کو قومی سطح پر بہتر کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اس tourism سے ہمیں بہت income ہو سکتی ہے اور ہم اپنے ملک کے لیے بہتر کر سکتے ہیں لیکن ہم نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔

جناب! ہمیں انگریز train کا نظام دے کر چلا گیا، وہ خراب تھا اور ہم نے اس کے خلاف جدوجہد کی اور ہم آج آزاد ہیں لیکن بدقسمتی ہے کہ ٹرین کی پٹڑیاں اکھڑ گئی ہیں، ہم ٹرین چلا نہیں پا رہے۔ جناب! آئیں، اپنے اخراجات کم کریں۔ Hybrid گاڑیاں electric پر منتقل ہو رہی ہیں، یہ بہت خوش آئند عمل ہے، آپ petrol نہ لیں، آپ گاڑیوں کو electric پر منتقل کریں اور ان کو سستا کریں، اس سے آپ کی بچت ہو گی اور آپ کا ملک بہت اچھے طریقے سے چل سکتا ہے۔ جناب! ہمارے تھرپارکر میں coal سے 2800 megawatts بجلی پیدا ہوتی ہے لیکن ہمارے لوگوں کی Land Grant Policy کے تحت زمینیں تھیں، ان کا وہاں right تھا اور water flow کی جگہ تھی، وہ ان کسانوں سے لی گئی۔ اب وہاں اس جگہ پر یہ plants لگے ہوئے ہیں لیکن اس میں کسان private نوکری بھی نہیں کر سکتے۔

جناب! میں آج اپنی recommendations دیتا ہوں کہ جن تھرپارکر کے لوگوں کی زمینیں Thar Coal Project میں آئی ہوئی ہیں، ان لوگوں کو 300 units بجلی مفت دی جائے اور یہ میری recommendation ہے، اس کو note کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ ہے کہ جن لوگوں کی زرعی زمینیں Thar Coal Project

میں آئی ہیں اور انہوں نے کہا تھا کہ تھر بدلے گا پاکستان، یہ تھر پارکر کے لوگوں کا نعرہ تھا۔ آج ایسا ہی ہو رہا ہے اور تھر سے کوئلہ نکل رہا ہے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو شہید نے 1996 میں اس project کا افتتاح کیا تھا اور آج اس سے پوری دنیا مستفید ہو رہی ہے اور ہماری معیشت اس سے مضبوط ہو رہی ہے۔ جناب! جن لوگوں کی زمینیں Thar Coal Project میں آئی ہیں، ان لوگوں کو private نوکریاں دیں، اس کے energy plants ہیں، Hubco Plant ہے اور ایک شنگھائی Plant ہے، ان میں تمام تھر کے مقامی لوگوں کو سرکاری نوکریاں بھی دی جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کو daily wages پر بھی نوکریاں دی جائیں کیونکہ پاکستان کی مضبوطی کے لیے ان کا حصہ ڈالا گیا تھا تو وہ حصہ ان کو دیا جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کا شکریہ، آپ کا وقت پورا ہو گیا ہے۔

سینیٹر پونجو: جناب! دو منٹ دے دیں کیونکہ لوگوں نے بیس بیس منٹ بھی بات کی ہے۔ میں مزید بات کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ہم backward areas کے لوگ ہیں تو ہمیں تھوڑا زیادہ وقت دے دیں۔ آپ دیکھیں کہ سندھ میں جس طرح roads بنی ہوئی ہیں، سندھ کی جو Highways بنی ہوئی ہیں، NHA کی roads اس طرح نہیں بنی ہوئی ہیں۔ آپ check کر لیں، حکومت سندھ نے بلاول بھٹو زرداری صاحب کی ہدایت پر سائیں مراد علی شاہ صاحب نے Minister for Education سعید شاہ صاحب سے مل کر one go میں یہ plan بنایا، 65000 نوکریاں دی ہیں اور اتنی recruitment ہوئی ہے، سب سے زیادہ appointments سندھ میں ہوئی ہیں۔ یہ appointments merit پر ہوئی ہیں اور اس پر کسی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جناب! ہماری recommendations کو شامل کیا جائے اور پاکستان کو مضبوط کریں۔ تمام پارٹیوں کے دوست ان مشکل حالات میں اپنے ملک کو مضبوط کریں۔

جناب! ہمارا دوست جو وزیر اعظم تھا، میں اس کا نام نہیں لینا چاہتا، اس نے بڑی کوشش کی کہ میں غربت کو ختم کروں گا۔ اس نے کہا کہ میں Prime Minister House کی بھینسیں بیچ کر IMF کا قرضہ اتاروں گا۔ وہ 70 ,60 بھینسیں تھیں، پتا نہیں ہے کہ کتنی بھینسیں تھیں اور کتنا قرضہ اترا، اس کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔ اس شخص نے پھر ایک نیا انقلاب دیا کہ مرغیاں پالیں اور اس سے IMF کا قرضہ اتر جائے گا۔ انہوں نے 35 ماہ حکومت

کی اور لوگوں نے مرغیاں پالیں اور اس کے بعد بھی IMF کا قرضہ نہیں اترا۔ پاکستان کا ہر بچہ آج بھی -/Rs.8775 ہر ماہ کا قرض دار ہے۔ آئیں، ہم ان تمام قرضوں سے جان چھڑائیں اور اپنے ملک کو مضبوط کریں، اپنے ملک کو اپنے پاؤں پر کھڑا کریں۔ آپ کی بڑی مہربانی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ سینیٹر محمد ہمایوں مہمند صاحب۔

Senator Mohammad Humayun Mohmand

سینیٹر محمد ہمایوں مہمند: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

جناب! اگر آپ لوگ اس ایک شعر کو سمجھ لیں تو آپ کی غلامانہ سوچ ختم ہو جائے گی اور آپ beggars cannot be choosers سے ہٹ کر absolutely not کی طرف کا سفر شروع کر دیں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ بجٹ پر بات کریں۔

سینیٹر محمد ہمایوں مہمند: جناب! ابھی تھوڑی دیر پہلے non-filers کی بات ہوئی تھی اور پاکستان کے بہت سارے ایسے non-filers ہیں جنہوں نے London and Dubai میں flats لئے ہوئے ہیں، ان کا کیا ہوگا۔ اب میں بجٹ پر آجاتا ہوں، آپ دیکھیں کہ بجٹ پر تقریر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، میں سچ بات بتاؤں کیونکہ عوامی نمائندے یہ بجٹ نہیں بناتے اور وہ نہ ہی approve کرتے ہیں۔ یہ آج سے نہیں ہو رہا ہے یہ پچھلے 70 اور 75 سال سے ہو رہا ہے تو پھر بجٹ کون بناتا ہے، اگر آپ World Development Forum کی 2017 کی report پڑھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اچھا political environment کیا ہوتا ہے، اس میں تین چیزیں ہوتی ہیں، اس میں جان، مال، عزت کی حفاظت ہوتی ہے یعنی security ہوتی ہے۔ آپ آج اگر پاکستان میں نظر دوڑائیں تو جان، مال اور عزت کی کوئی حفاظت نہیں ہے بلکہ کچھ ایسی باتیں سننے میں آئی ہیں کہ حاملہ عورتوں کو اٹھایا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ بجٹ پر بات کریں۔

سینیٹر محمد ہمایوں مہمند: جناب! میں بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ اصل موضوع پر آ جائیں۔

سینیٹر محمد ہمایوں مہمند: نمبر دو ہے کہ عوام کی prosperity ہونی چاہیے یعنی عوام کو equal مواقع ملنے چاہئیں کہ اگر وہ کہیں سے پیسا کمانے کی طاقت رکھتے ہوں تو وہ پیسا کما سکیں۔ تیسری چیز لازم ہے، وہ equity ہے یعنی ریاست کے سامنے ہر ایک شخص برابر ہونا چاہیے اور ہمارے ہاں یہ دیکھا گیا ہے کہ ریاست کے سامنے ہر ایک شخص برابر نہیں ہے۔ آپ کو ریاست یہ protection دیتی ہے، CRPC-971 کے تحت اگر کوئی عورت ہو، اگر کوئی بیمار ہو، اگر کوئی بچہ ہو، وہ کسی بھی crime میں جیل میں ہو تو اس کو ضمانت مل سکتی ہے لیکن ہم یہاں پر بالکل وہ چیزیں نہیں دیکھ رہے تو equity بھی گئی۔ World Development Report 2017 یہ بھی کہتی ہے کہ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ ساری چیزیں نہیں ہیں تو پھر پالیسی کون بنا رہا ہے، ایک طاقتور طبقہ پالیسی بنا رہا ہے۔ یہ طاقتور طبقہ عوام کے مفاد کے لیے کبھی بھی پالیسی نہیں بنائے گا، یہ طاقتور طبقہ اس influential group کے لیے پالیسی بنائے گا جو کہ influence کر سکتا ہے۔ اس طبقے میں کون ہو سکتے ہیں، اس میں politicians بھی ہو سکتے ہیں، اس میں army والے بھی ہو سکتے ہیں، اس میں bureaucrats بھی ہو سکتے ہیں اور اس میں judiciary بھی ہو سکتی ہے۔ اس میں journalists، land mafia بھی ہو سکتا ہے، industrial elite بھی ہو سکتے ہیں اور اس میں drug mafias بھی ہو سکتے ہیں۔ میں نے بطور سینیٹر پچھلے اڑھائی سال میں کیا دیکھا؟ ہم نے اس طرح کے ایک elite group کا کام دیکھا کہ ایک دن میں 126 universities کو pass کیا گیا، یہ یہاں پر ہو چکا ہے اور میرے خیال میں ابھی پچھلے سال کے اندر اندر یہ بات ہوئی ہے۔ ہم نے PDM کی حکومت کے دور میں یہ دیکھا کہ یہ ہوا ہے۔ یہ ایوان صرف ایک proxy تھی، اس لحاظ سے اس نے عوام کی کیا بات کرنی تھی۔

جناب! اگر ہم نے اس paradigm کو عوام کی طرف shift کرنا ہے تو پھر ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانکنا ہوگا۔ آج کھربوں روپے کے losses ہو رہے ہیں اور وہ losses

نظر آ رہے ہیں لیکن اس کی کیا وجہ ہے، اس کی وجہ وہ decisions ہیں جو آج سے 15, 20, 25 اور 30 سال پہلے لئے گئے ہیں۔ میں IPPs کی بات کر رہا ہوں کہ جن کو پیپلز پارٹی کی حکومت، مشرف کی حکومت اور اس کے بعد مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے جس طریقے سے کیا ہے۔ آج انہی کے لوگ influential elite ایک یونٹ بجلی بنائے بغیر 28, 28 ارب روپے منافع لے کر جا رہے ہیں اور پاکستان کو سالانہ اڑھائی سے تین کھرب روپے کے losses دے رہے ہیں۔

پھر میں پنشن کی بات کر رہا ہوں جو پاکستان کا دوسرا بڑا مسئلہ ہے۔ 2015-16 میں پاکستان مسلم لیگ (ن) نے فنانس میں جو تبدیلیاں لائی تھیں اور اس طبقے کے لیے جو بنیادی طور پر پنشن لیتا ہے ان کو خوش کرنے کے لیے جو changes لے کر آئے تھے آج پورے کا پورا پاکستان اس پنشن کی وجہ سے پھنس چکا ہے۔ یہ وہ غلط decisions لیے گئے ہیں جسے آج ہم بھگت رہے ہیں۔

اگر دیکھا جائے تو پاکستان کا مسئلہ مراعات ہیں۔ ایک لاکھ پچاس ہزار سرکاری گاڑیاں ہیں، چلیں مان لیتے ہیں اس میں سے 75 ہزار گاڑیاں شاید ضرورت کی ہوتی ہیں لیکن اگر ہم دیکھیں تو ایک گاڑی میں ماہانہ 400 لٹر پٹرول استعمال ہوتا ہے۔ ان سب کو اگر آپ add-up کرتے ہیں تو یہ تقریباً 9-10 کھرب روپے بنتا ہے جو ہم مراعات کسے دے رہے ہیں جو influential طبقہ ہے۔ میں اس کا ذکر اس لیے کرنا چاہ رہا ہوں کہ ابھی پچھلے سات ماہ میں دسمبر کی دس تاریخ کو Mr. Javier Milei ارجنٹینا کے نئے صدر منتخب ہوئے تھے، انہوں نے کیا کیا، وہ 25.5% inflation کو سات ماہ میں 4.4% پر لے آئے ہیں۔ کیا انہوں نے نئے ٹیکس لگائے تھے، نہیں۔ کیا انہوں نے exports کرکے یا کسی اور طریقے سے income بڑھائی، نہیں۔ انہوں نے یہ خرچے ختم کیے ہیں۔ آپ اپنے یہ خرچے ختم کریں۔ اس کا جواب یہ نہیں ہونا چاہیے تھا کہ اگر اپنے ساڑھے تین سالوں میں PTI نے نہیں کیا تو ہم بھی نہیں کریں گے۔ اس کا جواب ہونا چاہیے کہ ہاں ہمیں یہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ ایک اچھا مشورہ ہے، مگر ہم یہ کیسے کریں گے کیونکہ آپ عوام کے نمائندے تو نہیں ہیں، آپ تو [****][1] زدہ لوگ ہیں جو [****] والے ہیں جنہوں نے اتنا پیسا لگایا تھا تو وہ عوام کے لیے کیسے سوچ سکتے

---

1 [Words expunged by the orders of Mr. Deputy Chairman].

ہیں۔ میں پچھلے چالیس سالوں کی مثال دیتا ہوں۔ پچھلے چالیس سالوں میں جیسے PIA ہے، PIA وہ ہے جس نے Emirates بنایا ہے آپ سوچیں کہ آج PIA کہاں ہے۔ اسے تباہ کرنے والی دو حکومتیں ہیں ایک PML(N) اور دوسری پیپلز پارٹی ہے۔ میں اس سٹیل ملز کی بات کرتا ہوں جو 2008 تک billions of rupees profit میں تھی۔ 2008 میں پیپلز پارٹی اور 2013 میں PML(N) آئی، 2015 میں سٹیل ملز بند ہو چکی تھی۔

ابھی ہماری ایک colleague کو بہت برا لگا جب انہوں نے گدوں کا نام سنا اور انہوں نے کہا گدھ، گدھ۔ اب میں ڈاکٹر ہوں تو میں ذرا بدل کر بات کروں گا۔ جو دو جماعتیں پچھلے چالیس پینتالیس سالوں سے عوام سے کہہ رہی ہیں کہ ہم آپ کا خون صاف کریں گے، وہ جونکیں ہوتی ہیں جو خون صاف کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں لیکن یہ وہ جونکیں ہیں جو پاکستانی قوم کو پچھلے چالیس پینتالیس سالوں سے چمٹی ہوئی ہیں اور پاکستان کا خون چوس رہی ہیں۔ ہر غریب کا خون چوس رہی ہیں، خود موٹی ہوتی جا رہی ہیں، ان کی باہر جائیدادیں بنتی جا رہی ہیں۔ یہ ان جونکوں کی طرح ہیں جو پاکستان کو لگی ہوئی ہیں اور پاکستان کو چوستی جا رہی ہیں۔

آپ ذرا تعلیم، صحت اور Defence کے بجٹ کو دیکھیں اور موازنہ کر لیں۔ آپ کو اپنی priorities پتا چل جائیں گی۔ یاد رکھیں 1971 میں معاشی طور پر پاکستان بنگلہ دیش سے 70% بہتر تھا۔ آج بنگلہ دیش پاکستان سے 45% بہتر ہے، یہ جو 115% گراوٹ آئی ہے یہ پچھلے ایک، دو، چار، پانچ سالوں میں نہیں ہوا بلکہ یہ پچھلے پینتالیس سالوں سے ہو رہا ہے اور اس کی ذمہ دار یہ دو جماعتیں ہیں جو باری باری آتی رہی ہیں اور جونکوں کی طرح ہمیں چمٹی ہوئی ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کوشش کریں کہ مختصر بات کریں۔ ذرا جلدی کر لیں۔

سینیٹر محمد ہمایوں مہمند: جناب بس ایک منٹ رہ گیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ عوامی نمائندوں کے بارے میں [****][2] کا لفظ استعمال نہ کریں، یہ مناسب نہیں ہے۔

2 [Words expunged by the orders of Mr. Deputy Chairman].

سینیٹر محمد ہمایوں مہمند: جناب یہ عوامی نمائندوں کے لیے نہیں ہے۔ وہ دوسرے لوگوں کے لیے ہے جو عوامی نہیں ہیں، جن کو عوام نے ووٹ نہیں دیا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں نہیں، ایسے الفاظ کو ہم کارروائی سے حذف کرتے ہیں۔ ان الفاظ کو expunge کر دیا جائے۔

سینیٹر محمد ہمایوں مہمند: جناب چیئرمین! اس وقت جو حکومتیں ہیں، جو اس وقت لوگ ہیں چلیں میں [****] زدہ نہیں کہتا ہوں لیکن چلیں Form 47 کہہ دیتا ہوں، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے خوف ڈالا ہوا ہے، اس ایک شخص کا خوف ہے، یہ ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ اگر تم نے میرا یہ کام نہیں کیا تو عمران خان آ جائے گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی شکریہ، مہربانی۔ ڈاکٹر صاحب آپ کا time پورا ہو گیا ہے، آپ کا شکریہ، مہربانی۔

سینیٹر محمد ہمایوں مہمند: جناب آخری ایک منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ، سینیٹر بلال احمد خان صاحب۔ ڈاکٹر صاحب آپ time دیکھ لیں میں نے آپ کو پورا time دیا ہے۔ جی بلال صاحب۔

Senator Bilal Ahmed Khan

سینیٹر بلال احمد خان: شکریہ، جناب چیئرمین! ایسے سیاسی لوگوں کے درمیان بات کرتے ہوئے مجھے بڑا افسوس ہو رہا ہے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ، ڈاکٹر ہمایوں صاحب۔

سینیٹر بلال احمد خان: ان جیسے لوگوں کے سامنے اپنی سیاسی سوچ رکھتے ہوئے مجھے بڑا افسوس ہو رہا ہے کہ میں ان کے سامنے کھڑا ہو کر بات کر رہا ہوں۔۔۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی بلال صاحب۔ ڈاکٹر صاحب آپ کا یہ اچھا رویہ نہیں ہے۔ جی بلال مندوخیل صاحب۔

(مداخلت)

سینیٹر بلال احمد خان: جناب چیئرمین! مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ میں جس ایوان میں کھڑا ہوں اس میں ان جیسے لوگ بھی موجود ہیں تو مجھے اس ایوان میں کھڑے ہونے پر بڑا افسوس ہے۔ سیاسی طور پر ان لوگوں کو اس جگہ پر نہیں ہونا چاہیے تھا۔ سیاسی طور پر ان لوگوں کو کسی چوک پر کھڑے ہو کر یہ حرکت کرنی چاہیے تھی جو انہوں نے یہاں کی۔ جناب میں بجٹ پر بات شروع کروں تو کہاں سے شروع کروں۔۔۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: ڈاکٹر صاحب یہ رویہ مناسب نہیں ہے۔ آپ کو پورا وقت دیا ہے۔

سینیٹر بلال احمد خان: جناب چیئرمین! مجھے سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ میں بجٹ پر کہاں سے بات شروع کروں، اگر میں اس بجٹ میں PSDP کو دیکھوں، اگر میں civil expenditure کو دیکھوں، اگر میں services debt کو دیکھوں تو مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ یہ بجٹ کیسے بنایا گیا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ اس بجٹ کا deficit کیسے پورا کیا جائے گا۔ اس بجٹ کو بنانے والوں نے بجٹ تو بنا دیا ہے لیکن بجٹ بناتے وقت شاید اس چیز کے بارے میں نہیں سوچا کہ جو بجٹ بنایا جا رہا ہے اس کا اثر عام عوام پر کیا ہو گا۔ اس بجٹ کا سب سے زیادہ اثر تنخواہ دار طبقے پر آ رہا ہے جنہیں 25% تنخواہ بڑھا کر تو دکھائی گئی ہے لیکن دوسری طرف سے ان کی تنخواہوں میں جو اضافہ کیا گیا ہے وہ واپس لے لیا گیا ہے۔ حکومت کے اخراجات غیر ضروری طور پر بڑھائے گئے ہیں۔ Federal PSDP کو ساڑھے نو سو ارب سے بڑھا کر 1500 ارب کر دیا گیا ہے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی بلال صاحب۔

سینیٹر بلال احمد خان: یہ جو 950 ارب اور 1500 ارب کے بیچ میں رقم ہے یہ رقم کہاں سے آئے گی، کیسے آئے گی، کیسے پورا کیا جائے گا؟ اس بابت اس بجٹ میں مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔ اٹھارھویں ترمیم کے بعد جو Ministries ابھی تک وفاقی حکومت نے اپنے پاس رکھی ہوئی ہیں۔۔۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: بلال صاحب، quorum point out ہو گیا ہے۔

(اس موقع پر سینیٹر فلک ناز نے کورم کی نشان دہی کی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: Quorum count کریں۔

(اس موقع پر ایوان میں گنتی کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: کیوں کہ کورم پورا نہیں ہے۔ کل جمعہ کو بلال مندوخیل صاحب کی speech سے اجلاس شروع کریں گے۔ چونکہ کورم پورا نہیں ہے اس لیے یہ ایوان بروز جمعہ 21 جون، 2024 کو صبح 10:30 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔ شکریہ۔

[The House was then adjourned to meet again on Friday, the 21st of June, 2024 at 10:30 a.m.*]*